


خطباتِ

ڈاکٹر ذاکر نائیک پارٹ 2

# دین دلیل کے ساتھ

ڈاکٹر ذاکر عبدالکریم نائیک

*An Urdu Translation of*

## Is Terrorism A Muslim Monopoly?

# دہشت گردی اور مسلمان

## کیا دہشت گردی مسلمانوں کی حکمتِ عملی ہے؟

’’اُن دہشت گردوں کو میڈیا پر نہیں لایا جاتا جو بڑے پیمانے پر حملوں میں ملوث ہوتے ہیں مگر مسلمانوں کو ایک ہوّا بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور یوں ظاہر کیا جاتا ہے کہ دُنیا کے کسی بھی مقام پر ہونے والا حملہ مسلمانوں نے کیا ہے‘‘۔

ڈاکٹر ذاکر عبدالکریم نائیک

خواتین وحضرات، معزز بھائیو اور بہنو!



السلام علیکم!



آپ سب پر سلامتی ہو!

میں اس پروگرام میں آپ سب کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ میں ڈاکٹر محمد نائیک آج کی اس تقریب میں آپ کا میزبان ہوں۔ اس تقریب کے باقاعدہ آغاز کیلئے میں قاری ریحان غالب کو تلاوتِ قرآن پاک کی دعوت دیتا ہوں۔

تلاوتِ قرآن پاک کا ترجمہ:

ترجمہ: ”اس سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کیے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو بچالیا اس نے گویا سب کو بچالیا“۔

(سورۃ المائدہ، سورۃ نمبر 5 آیت 32)

(قاری ریحان غالب بڑی خوش الحانی سے قرأت کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور سامعین پورے ادب واحترام اور ذوق وشوق سے سماعت فرماتے ہیں)۔

آج کی اس نشست کا عنوان ہے:

## ''کیا دہشت گردی مسلمانوں کی حکمتِ عملی ہے؟''

میں ان تمام معزز حضرات کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس اہم موضوع پر اظہارِ خیال کیلئے ڈاکٹر ذاکر نائیک صاحب کو دعوت دی اور اس خطاب کا اہتمام کیا اور ان تمام خواتین وحضرات کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جو اس اہم موضوع پر ڈاکٹر ذاکر نائیک صاحب کے خیالات سننے کیلئے تشریف لائے اور اپنے قیمتی لمحات کو وقف کیا ہے۔

مسٹر ہاسبٹ سریش آج کی اس تقریب کے مہمان خصوصی ہیں اور تحریر و تقریر سے ان کو گہرا شغف ہے۔ آپ بمبئی ہائی کورٹ کے چیف جسٹس رہ چکے ہیں اور 1991ء میں اپنے عہدہ سے ریٹائرمنٹ کے بعد سبکدوش ہوئے۔ انسانی حقوق کے حوالے سے وہ اس کے سرخیلوں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ سادگی اور حقیقت پسندی کا مرقع ہیں۔ آپ بھارتی اخبارات اور میگزینز میں باقاعدگی کے ساتھ مضامین لکھتے رہتے ہیں۔ آپ کی تازہ ترین کتاب "Fundamental Rights" جو Human Rights کے طور پر مشہور ہے ان کی اہم تصانیف میں شامل ہے۔ آپ بہت سے بین الاقوامی فورمز پر بھی انسانی حقوق کے بارے میں تقریریں کر چکے ہیں۔ 1992 اور 1993 ممبئی میں فسادات کے حوالے سے ان

کی رپورٹ People's Verdict بھی خاصی مشہور ہوئی اور اس سے انہیں بھی شہرت حاصل ہوئی۔ گجرات میں مسلم کش فسادات کے حوالے سے ان کی رپورٹ Crimes Against Humanity جو نومبر 2002ء میں احمد آباد میں منظر عام پر آئی قابلِ مطالعہ ہے اور اسے ہر حلقے میں پذیرائی ملی۔ ممبئی کے ہنگاموں، کیرالا کے طلبہ، گجرات کے عیسائیوں کے حوالے سے بھی ان کی تجزیاتی رپورٹیں خاصی اہمیت کی حامل ہیں۔ آج وہ حاضرین کے سامنے مہمانِ خصوصی کی نشست پر براجمان ہیں اور حاضرین کے سامنے موضوع کے حوالے سے اپنے قیمتی خیالات و تجربات کا اظہار بھی کریں گے۔

بنیادی انسانی حقوق اور دیگر انسانی مسائل پر ان کی کتابیں اور تحریریں سراہی جاتی ہیں۔ آپ ریٹائرڈ جج ہیں اور اب میں بلا تاخیر اس مختصر سے تعارف کے بعد ان سے درخواست کروں گا کہ حاضرین سے خطاب فرمائیں۔

بہنو اور بھائیو! پورے تپاک اور گرمجوشی سے ان کا استقبال کیجئے!

# ہاسبٹ سریش کا خطاب

(ریٹائرڈ چیف جسٹس بمبئی ہائی کورٹ)

حاضرینِ محترم!

میرا خیال ہے مجھے برطانیہ کے ایک عظیم جج لارڈ ڈینک کے اس قول سے بات شروع کرنی چاہیے کہ

جج اس طرح بات نہیں کرتے جس طرح اداکار دوسروں کو خوش کرنے کیلئے بولتے ہیں۔

جج اس طرح بات نہیں کرتے جس طرح ایک وکیل اپنے دلائل سے قائل کرنے کیلئے بولتا ہے۔

جج اس طرح بات نہیں کرتے جس طرح مؤرخ ماضی کو بیان کرنے کیلئے کرتے ہیں۔

جج صرف Judgement کی بات کرتے ہیں۔ منصف صرف انصاف کی بات کرتا ہے۔

جہاں تک میرا تعلق ہے میں آج بھی ایک جج ہوں اور ریٹائرڈ جج نہیں۔

کیونکہ منصف کبھی ریٹائر نہیں ہوتا۔ میں کہوں گا کہ میں Tired جج ہوں Retired جج نہیں ہوں۔

آج میں کوئی فیصلے نہیں کروں گا بلکہ آج میں اظہارِ خیال کروں گا اور آپ بھی مجھ سے یہی توقع کرتے ہیں کہ میں آج کے موضوع کے حوالے سے آپ کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ میں تقریر پر یقین رکھتا ہوں اور میں انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے خلاف بولتا ہوں۔

میں ناانصافی کے خلاف آواز بلند کرتا ہوں۔

میں تشدد کے خلاف بھی آواز اٹھاتا ہوں۔

جہاں بھی انسانی حقوق کو پامال کیا جاتا ہے۔

جہاں بھی انسانوں پر ظلم وستم ہوتا ہے۔

جہاں بھی انسانوں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑا جاتا ہے۔

میں اس کے خلاف آواز اٹھاتا ہوں۔

میرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ جج حضرات کو بھی بولنا چاہیے۔ انہیں بھی سامنے آ کر اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہیے۔ اگر جج تشدد، انسانی حقوق کی خلاف ورزی اور ناانصافی کے خلاف نہیں بول سکتے تو پھر اس کے خلاف کون آواز اٹھائے گا؟

یہ بات بالکل واضح اور جانی مانی حقیقت ہے کہ دنیا میں جہاں کہیں بھی تشدد کی لہر اٹھتی ہے اسے سختی سے دبانے کی تمام کوششیں ناکام ہوتی ہیں اور اس سے تشدد دبنے کی بجائے اُبھرتا ہے۔ لہٰذا تشدد کو بذریعہ تشدد ختم کرنا کوئی پائیدار اور حتمی حل نہیں ہے۔

1984ء میں دہلی اور اس کے گردونواح میں ایک تسلسل کے ساتھ بم

دھماکے ہو رہے تھے۔ یہ سب کچھ خالصتانی تحریک کے تحت ہو رہا تھا جو اس وقت ایک دہشت گرد تحریک سمجھی جا رہی تھی۔

اس دہشت گردی کی روک تھام کیلئے ہم نے سوچ بچار کی کہ دہشت گردوں کو ان کے مذموم ارادوں سے کس طرح روکا جا سکتا ہے۔ ہم نے ٹاڈا TADA کا قانون بنایا۔

یہ قانون ازاں بعد بہت بدنام ہوا جس کی وجہ اس کا غلط استعمال تھا۔

آخر ٹاڈا کے قانون کے تحت ہوا کیا؟؟

۱۔ بہت سے بے گناہ افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔

۲۔ انہیں سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا گیا۔

۳۔ ان پر تشدد کے حربے آزمائے گئے۔

مجھے جسٹس اجیت سنگھ یاد ہیں جو پنجاب ہائی کورٹ کے ایک ریٹائرڈ جج ہیں۔ انہوں نے ایک پبلک میٹنگ میں پنجاب میں بڑھتے ہوئے تشدد اور دباؤ کے حوالے سے بات کی۔

انہوں نے کہا کہ ایک روز ہم اس صورتِ حال سے آزاد ہو جائیں گے۔

انہوں نے کہا کہ ایک روز وہ اس ملک سے الگ اور آزاد ہو جائیں گے۔

ٹاڈا کا قانون دہشت گردانہ کارروائیوں میں ملوث افراد کے خلاف بنایا گیا تھا۔

کسی نے اس ملک میں انتشار اور اس کے اسباب جاننے کی بات نہیں کی۔

کسی نے بے چینی اور اضطراب کی وجوہات کا کھوج نہیں لگایا۔

بہت سے لوگوں نے یہ تو کہا کہ ہم علیحدگی اختیار کریں گے لیکن نہ تو انہوں نے اور نہ دوسروں نے یہ جاننے کی کوشش کی کہ اس کے اسباب و محرکات کیا ہیں اور ان کا تدارک کیسے ممکن ہے۔

اجیت سنگھ نے کہا کہ اس دباؤ، اس ناانصافی اور اس تشدد کی صورتِ حال سے آزاد ہو جائیں گے۔

اس کے ساتھ کیا ہوا، اسے ہتھکڑی لگا کر گرفتار کر لیا گیا۔ ہائی کورٹ کے ایک جج کے ہاتھوں میں ہتھکڑی پہنا دی گئی۔ اسے گلیوں میں گھمایا گیا تا کہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ تا کہ لوگ ہراساں ہو جائیں اور اس طرح کی بات کرنے سے گریز کریں۔

اس کے بعد اسے ہائی کورٹ میں لے جایا گیا۔

ہائی کورٹ کے جج اس کی ضمانت نہ لے سکے۔

اسے سپریم کورٹ میں لے جایا گیا مگر وہ بھی مذکورہ قانون کی وجہ سے اس کی ضمانت نہ لے سکی۔ لہٰذا اس صورتِ حال میں اس جج کو ایک سال سے زائد عرصہ سلاخوں کے پیچھے گزارنا پڑا۔

اس کے بیان کے علاوہ اس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں تھا مگر اس قانون نے اسے مقید کر دیا۔ آخر میں فیصلہ کیا ہوا؟ کہ اس کے خلاف کوئی کیس نہیں تھا۔

ٹاڈا کے تحت 75000 سے زائد افراد کو گرفتار کیا گیا۔ ان سب کو سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا گیا اور ان کی ضمانت بھی نہ ہو سکی۔

ٹاڈا کے تحت پولیس ان سے جبراً اعتراف جرم کرانے کیلئے آزاد تھی۔

پولیس ان افراد کو سخت ترین تشدد کا نشانہ بنا سکتی تھی۔

اس کے علاوہ بھی پولیس انہیں ہر طرح سے دبانے اور ہراساں کرنے کیلئے آزاد تھی۔ انہوں نے ان بے گناہ افراد سے تشدد کے زور پر اعترافِ جرم کرا لیا۔ (جس طرح ایک ہاتھی تشدد کے بعد تھانے میں رو رو کر کہہ رہا تھا کہ وہ چوہا ہے)

لیکن اسی طرح ان 75000 افراد کو بھی بالآخر 'باعزت' آزاد کر دیا گیا۔ ان کے مقدمات کی کوئی سماعت نہ ہوئی اور نہ ان کے خلاف کوئی کیس ہی ثابت کیا گیا۔ لیکن جو فضا مکدر ہوئی، امن تباہ ہوا، خوف و ہراس کا عالم چھایا رہا اس کا تدارک نہ ہوسکا۔ یہ افراد بلاقصور اپنی زندگی کے قیمتی مہینے اور سال کال کوٹھڑیوں کی نظر کر آئے۔

ٹاڈا کے قانون سے اگر کوئی فائدہ اٹھایا بھی گیا تو وہ نہ ہونے کے برابر تھا اس قانون کا اگر فائدہ ہوا تو وہ یہ تھا کہ پولیس کو لوگوں کو بلا جواز اور بلا ثبوت گرفتار کرنے کا ہتھیار مل گیا اور اس دوران لوگوں نے دشمنیوں، عداوتوں اور سیاسی مقاصد کیلئے بھی اپنے حریفوں کو ٹاڈا کے تحت گرفتار کرا دیا۔

اس قانون سے پولیس کو کھلی چھوٹ اور من مانی کا موقع مل گیا وہ جو چاہے کرسکتی تھی، جسے چاہے گرفتار کرسکتی تھی، جس پر چاہے ہاتھ ڈال سکتی تھی۔ کوئی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا، کوئی اس کے خلاف آواز بلند نہیں کرسکتا تھا۔ سیاستدان بھی اس قانون سے خاطر خواہ فائدہ اٹھانے لگے اور بے گناہ لوگ گرفتار کئے جانے لگے۔

وہ کسی بھی شخص کو پکڑ کر سلاخوں کے پیچھے ڈال دیتے اور عوام منہ دیکھتی رہ جاتی۔

1995ء میں جب اس کے خلاف وسیع پیمانے پر احتجاج ہوا، ہم نے بھی اس پر احتجاج کیا اور کہا کہ یہ ایک خوں آشام اور ڈریکولائی قانون ہے اور یہ ہمیں نہیں چاہیے۔ اس پر ٹاڈا کو ختم کردیا گیا۔

اس کے بعد 2001ء میں امریکہ میں نائن الیون کا سانحہ پیش آیا۔ اس وقت ہم نے بڑی چابکدستی اور سرعت سے کیا کیا؟

یہ واقعہ انڈیا میں پیش نہیں آیا تھا بلکہ یہاں سے ہزاروں میل دور نیویارک (امریکہ) کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں ہوا تھا۔ بش نے فوری طور پر ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' کا اعلان کردیا۔

بش نے ایک اور اعلان بھی کیا کہ جو اس جنگ میں ہمارے ساتھ نہیں وہ ہمارے دشمن ہیں۔

Who are not with us they are against us.

اس پر ہم نے بھی ردِعمل کا اظہار کیا اور ہم سب امریکہ کے ساتھ کھڑے ہوگئے۔ ہم نے بش کی حمایت کا اعلان کیا اور پوٹا کا قانون متعارف اور نافذ کردیا۔

اب جو کچھ پوٹا کے تحت ہوا یہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ اس کے تحت کسی کو بھی بغیر کسی وجہ کے گرفتار کیا جاسکتا ہے۔ جو کچھ ٹاڈا کے قانون کے تحت وقوع پذیر ہوا وہی کچھ پوٹا کا نتیجہ بھی نکلا۔

اس سے ان لوگوں کو بھی نقصان پہنچا جو ''دہشت گردی'' کے مفہوم تک سے بھی ناواقف تھے۔ اس طرح کے قانون صرف لوگوں کو ''دہشت زدہ'' کرنے کیلئے بنائے جاتے ہیں۔ آج لوگ پوٹا کی بات کرتے ہیں اس جیسے قانون کی ضرورت پر زور دیتے ہیں۔ جو کچھ بمبئی میں ٹرینوں کے اندر ہوا تھا جو کچھ اس کے

بعد ہوا اس کے حوالے سے کہا گیا کہ سخت ترین قانون کے بغیر "دہشت گردی" پر قابو پانا ممکن نہیں ہے۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ سخت قانون Harsh Law سے نہ تو اس ملک میں اور نہ دنیا کے کسی اور حصے میں دہشت گردی پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

اس کے بعد POTA پر پارلیمنٹ کے اندر بھی بحث وتمحیص کی گئی اور ہوا کیا کہ جب وہ اس پر بحث کر رہے تھے 13 دسمبر 2001ء کو پارلیمنٹ پر حملہ ہوا۔ جب یہ قانون منظور ہوگیا تو کلکتہ میں یو ایس انفارمیشن سنٹر میں بم دھماکہ ہوا۔ 2002 میں ٹیمپل کو اڑا دیا گیا۔ اس کے بعد نومبر 2002 میں رگھوناتھ مندر کے ساتھ یہی واقعہ پیش آیا۔ ممبئی میں بھی اسی طرح کی کارروائیاں شروع ہوگئیں۔

2003ء کو انڈیا گیٹ بازار میں اسی طرح کی کارروائی ہوئی۔ لہٰذا اس قانون کے باوجود بم دھماکوں کا سلسلہ جاری رہا۔

2002ء میں اٹارنی جنرل آف انڈیا کے بیان کے مطابق جموں اور کشمیر میں 4000 دہشت گردوں اور شرپسندوں نے جموں اور کشمیر میں کارروائیاں کیں جہاں ایک بڑی فوج موجود ہے اور یہ قانون بھی موجود تھا۔ 2002ء میں دہشت گردی کے شبے میں 1707 افراد کو موقع پر ہی گولی سے اُڑا دیا گیا۔ جن میں قریباً آٹھ افراد غیر ملکی تھے۔ گذشتہ سترہ برس میں کشمیر میں مارے جانے والے افراد کی تعداد 80,000 سے زائد ہے۔

پنجاب میں خالصہ تحریک زوروں پر تھی جس دوران بے شمار لوگ غائب ہوئے ازاں بعد جن کی لاشیں کنوؤں اور کھیتوں میں دبی ہوئی ملیں اور ان کے ڈھانچے بھی ناقابل شناخت ہو چکے تھے۔ دریائے بیاس کے کنارے سے بھی ان

لوگوں کے ڈھانچے اور کھوپڑیاں ملیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں بھی وہاں انکوائری کی غرض سے گیا اور جو چیز میں نے نوٹ کی وہ یہ تھی کہ جب میں لوگوں سے ملنے ان کی بستیوں میں گیا متاثرہ خاندانوں اور شکار ہو جانے والے گھروں میں گیا تو بوڑھوں اور بچوں کے علاوہ مجھے کوئی جوان نظر نہ آیا۔ جوانوں کے بارے میں سب نے یہی بتایا کہ نصف شب کو پولیس انہیں گھروں سے اٹھا کر لے گئی اور پھر ان بدنصیب نوجوانوں میں سے کوئی کبھی لوٹ کر نہیں آیا۔ آٹھ دس دنوں بعد اس کی لاش کسی سڑک یا چوراہے پر پڑی ملتی۔

ان واقعات اور شواہد کے تناظر میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ تشدد ایک مسلسل اور جاری عمل ہے۔ کشمیر میں منی پور کے مقام پر جہاں میں خود بھی گیا ہوں، یہی کچھ پیش آیا، ستیش گڑھ میں یہی داستان دہرائی گئی۔ اسی طرح وہاں کے مختلف مقامات پر قتل و غارت معمول بن کر رہ گیا ہے۔

وزیر اعظم نے Counter Terrorism آرڈر کا اعلان کیا۔ اب یہ کردار کون لوگ ادا کریں گے میں اور آپ؟ اس کی وضاحت وزیر اعظم نے نہیں کی۔ جو کچھ کشمیر میں پیش آیا ذرا اسے بھی پیشِ نظر رکھیں۔ کئی برس پہلے کشمیریوں کی ایک بڑی تعداد کو گرفتار کر کے جیلوں میں ٹھونس دیا گیا۔ ان کی برین واشنگ کر کے واپس بھیجا گیا کہ وہ لوگوں کو بتائیں کہ وہ حکومت کے خلاف لڑائی بند کر دیں۔ ان کے روّیے میں تبدیلی لائیں۔ گورنمنٹ نے بہت سے لوگوں کو خود اسلحہ فراہم کیا کہ وہ ایسے عناصر کے خلاف از خود کارروائی کریں۔ ان لوگوں نے اس پر عمل شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ انتخابات بھی گن پوائنٹ پر ہونے لگے۔

فوج کے ہاتھ میں ہتھیار، نیم فوجی دستوں کے پاس ہتھیار، عام لوگوں اور

دہشت گردوں کے پاس ہتھیار، ہر کوئی گن پوائنٹ پر اپنی بات منوانے پر تل گیا۔ تشدد کسی صورت میں بھی ہو تشدد ہی ہوتا ہے۔ چھتیس گڑھ میں مقامی افراد کا ایک بریگیڈ تیار کر لیا گیا تا کہ وہ ہمارے ساتھ مل جائیں۔

انہوں نے قبائلیوں کو مارا اور بعد میں خود بھی موردِ الزام ٹھہرا کر مار ڈالے گئے۔ یہ کیا ہے؟ یہ سب کچھ کس لئے کیا جا رہا ہے؟

ہمارے ملک میں کسی ایک دہشت گرد کو بھی عدالت میں پیش کر کے اس پر مقدمہ نہیں چلایا گیا۔ اس کا بیان ریکارڈ نہیں کیا گیا۔ اسے عدالتی کارروائیوں کے عمل سے نہیں گذارا گیا۔

ان کے ساتھ اگر کچھ کیا گیا تو صرف یہ کہ انہیں قتل کر دیا گیا۔ مثال کے طور پر بمبئی میں 1993ء میں بم دھماکے ہوئے۔ اس سلسلے میں گذشتہ تیرہ برسوں سے لوگ سلاخوں کے پیچھے ہیں۔ انہیں عدالتوں میں پیش نہیں کیا گیا۔ ان کا فیصلہ نہیں کیا گیا۔ جو لوگ اس طرح کی کارروائی میں ملوث بھی ہوتے ہیں ان کے پیچھے محرکات کا جائزہ نہیں لیا جاتا۔ کوئی ایف آئی آر نہیں کاٹی جاتی۔ بس موقع پر ہی گولی مار کر کام تمام کر دیا جاتا ہے۔

تشدد کی روک تھام کیلئے ہم نے بھی تشدد کی راہ اپنا لی ہے۔

نائن الیون کے واقعہ کے بعد بش نے اعلانِ جنگ کر دیا۔ دہشت گردوں کے خلاف اعلانِ جنگ، اسامہ بن لادن کے خلاف اعلانِ جنگ،

اس نے کیا کیا؟؟

اس نے افغانستان پر تباہ کن بمباری کی!

اس نے غریب انسانوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو قتل کر دیا!!

اس بات کا یقین نہیں کہ اسامہ بن لادن مارا گیا یا زندہ ہے!!!

مگر یہ بات بالکل واضح ہے کہ بے گناہ اور معصوم لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد ماری گئی۔

یہی کچھ اس نے عراق میں کیا۔

اس نے کہا کہ طالبان عراق میں ہیں۔

اس نے کہا کہ عراق کے پاس ممنوعہ اور کیمیائی ہتھیار ہیں۔

آج تک نہ تو طالبان کے وہاں ہونے کی کوئی شہادت ملی اور نہ ان کیمیائی ہتھیاروں کا کوئی سراغ ملا جس کی پاداش میں عراق کے ہزارہا افراد کو موت کی نیند سلا دیا گیا۔

ابھی تک بمباری جاری ہے۔ عراق کے خلاف جنگ جاری ہے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ جاری ہے۔ ہزاروں معصوم لوگ موت کے گھاٹ اُتر رہے ہیں۔

ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں مارے جانے والے افراد کی تعداد ان امریکی سپاہیوں سے دس گنا کم ہے جو عراق میں جنگ کے دوران مارے گئے۔

اگر اس وقت ''دہشت گرد'' کے خطاب کا کوئی صحیح حقدار ہے اور کوئی دہشت گرد ہونے کے معیار پر پورا اُترتا ہے تو میں کہوں گا کہ جارج ڈبلیو بش دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد ہے۔

اس نے دنیا پر ایک جنگ مسلط کر دی اور یہ جنگ کسی قانون کے مطابق نہیں ہے۔ یہ ایک غیر منصفانہ اور ظالمانہ جنگ ہے۔ یہ بین الاقوامی قانون کے مطابق بھی نہیں اور ہر کسی کو اس کے خلاف احتجاج کا حق حاصل ہے۔ آپ

ہندو، مسلمان، عیسائی، بنیاد پرست یا کوئی بھی ہوں آپ کو اس جنگ کے خلاف احتجاج کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔

ہم اس دہشت گردی کی بھرپور مذمت کرتے ہیں۔

اس وقت سب لوگ دہشت گردی، دہشت گردی پکارتے پھر رہے ہیں مگر دہشت گردی کی تعریف اور مفہوم واضح کرنے کی ضرورت ہے۔

دہشت گردی کی تعریف ہے کیا؟

آپ اس کی وضاحت کیسے کرسکتے ہیں؟

ٹاڈا دہشت گردی کی وضاحت نہیں کرتا۔

پوٹا دہشت گردی کی وضاحت نہیں کرتا۔

ان میں صرف دہشت گردی کی کارروائیوں کا تذکرہ ہے اور ان کارروائیوں کو عدالت میں نہیں لایا جاتا۔

یہ بھی قتل و غارت اور ڈکیتی سے مختلف نہیں ہے۔ فائرنگ کرنا دیگر جرائم سے الگ نہیں ہے لیکن بعض کارروائیوں کو ٹاڈا یا پوٹا قانون کے تحت لیا جاتا ہے۔

اگر ہم اس کی تعریف کریں کہ معصوم لوگوں کو بلاوجہ قتل کرنا تو آپ دیکھیں گے، ڈکشنری میں بھی یہی ہے کہ ایک سے زیادہ معصوم لوگوں کی جان لینا دہشت گردی ہے۔ اگر اس تعریف کو مان لیا جائے تو ہیروشیما اور ناگاساکی میں ہائیڈروجن بموں سے وسیع تر تباہی اور بے شمار معصوم شہریوں کی جانوں کا اتلاف اسی زمرے میں آتا ہے۔ ساٹھ سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود ان کے زخم آج تک مندمل نہیں ہوسکے۔

اسی طرح کسی قانون سے معصوم شہریوں کو ہراساں کرنا اور تکلیف پہنچانا

اسی زمرے میں آتا ہے۔

اکیسویں صدی میں تشدد کی راہ اپنانے والوں میں امریکہ اور برطانیہ سرِ فہرست ہیں۔ لہٰذا میرے نزدیک جارج ڈبلیو بش اور لشکر طیبہ دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں قتل و غارت پر یقین رکھتے ہیں۔ اسی قتل و غارت نے ہمارے اس خطے میں تناؤ کی کیفیت طاری کر رکھی ہے۔

دراصل یہ قتل و غارت اور دہشت گردی بھی ایک ''بزنس'' ہے اور امریکہ یہی بزنس کر رہا ہے۔ وہ قتل و غارت کی حوصلہ افزائی کر رہا ہے اور ہر جگہ قتل و غارت میں بالواسطہ یا بلاواسطہ مصروفِ کار ہے۔ اس دہشت گردی سے وہ اپنی تجارت کو فروغ دے رہا ہے۔ وہ مختلف مارکیٹوں میں اپنے ہتھیار اور اسلحہ و بارود فروخت کر رہا ہے۔ لشکرِ طیبہ قتل و غارت پر یقین رکھتا ہے اس لئے وہ بھی امریکہ کیلئے ایک مارکیٹ فراہم کر رہا ہے۔ امریکہ خود کو سپر پاور بنانا اور تسلیم کرانا چاہتا ہے دوسرا فریق بھی خطے میں کچھ اسی نوعیت کی طاقت حاصل کرنا چاہتا ہے۔

گلوبل وار کے حوالے سے دہشت گردی ان لوگوں کا ایک مستقل ہتھیار ہے۔

امریکہ گلوبل وار میں الجھا ہوا ہے اور جہاں بھی اسے دہشت گردی نظر آتی ہے اس کی باچھیں کھل جاتی ہیں کیونکہ وہاں اسے اپنے ہتھیاروں کی فروخت کیلئے منڈی نظر آتی ہے۔

دُنیا کے مختلف حصوں میں مختلف تحریکوں کے مقابلے میں معاشرتی تحفظ کے نام پر یہی کچھ ہو رہا ہے۔ آج ہم سب مشکوک ہیں۔ ہماری تلاشی لی جاتی ہے۔ کیمروں کے سامنے سے گزارا جاتا ہے۔ سکیننگ کی جاتی ہے۔ اس سکیورٹی کی وجہ

سے ہم اب ''سیکیورٹی سوسائٹی'' بن چکے ہیں۔

اب آزادی کی بجائے ''سیکیورٹی'' کو اہمیت حاصل ہو چکی ہے اور اس سیکیورٹی کے نام پر لوگوں کی آزادی کو محدود کیا جا رہا ہے۔

اس وقت Passenger Information System ہے۔ جب آپ لندن جاتے ہیں تو پندرہ منٹ میں آپ کی پوری ہسٹری بمبئی بھیج کر تفتیش کیلئے کہا جاتا ہے۔ جب آپ لینڈ کرتے ہیں تو پولیس وہاں موجود ہوتی ہے۔ لہٰذا پولیس آپ کے بارے میں پوری معلومات رکھتی ہے۔ آپ کو مقررہ وقت پر کسی مقررہ مقام پر پہنچنا ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر ایمسٹرڈیم میں جو کچھ پیش آیا وہ آپ کے گوش گذار کرتا چلوں۔ انہوں نے کچھ لوگوں کو دیکھا۔ وہ لوگ جہاز میں مشکوک قسم کے ردِ عمل کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ ان کے ظاہری خدوخال، ان کے ملبوسات ان کی زبان انہیں عربوں سے مماثل کر رہی تھی۔ ان کی داڑھیاں مسلمانوں کی طرح تھیں اور خواتین نے برقعے پہن رکھے تھے۔ لہٰذا یہ سب مشکوک سے کردار نظر آ رہے تھے۔ لہٰذا سیکیورٹی کو ہائی الرٹ کر دیا گیا۔ اسی طرح کی مضحکہ خیز صورتِ حال سیکیورٹی کے حوالے سے مختلف مقامات پر دیکھنے میں آتی ہے۔

اس وقت دنیا کے ہر ملک میں یہی صورتِ حال ہے کہ پولیس جو چاہے کرسکتی ہے۔ اب کسی جگہ کوئی شخص نظر آتا ہے پولیس اسے مشکوک یا پاکستانی قرار دے کر اس کے بھیجے میں گولی اُتار دیتی ہے کوئی اسے پوچھنے والا نہیں۔ کوئی اس کا مواخذہ کرنے والا نہیں ہوتا۔ معاشرے کو اس طرح کی سیکیورٹی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ پھر جب پولیس کو علم ہوتا ہے کہ انہیں کہیں وضاحت یا باز پرس کا سامنا نہیں

کرنا پڑے گا تو وہ اور بھی شیر ہو جاتی ہے۔

پولیس کسی کو بھی بغیر کسی ایف آئی آر کے پکڑ کر تھانے میں بٹھا سکتی ہے تشدد کر سکتی ہے۔ بعض اوقات لوگوں کو محض اس بنا پر تھانے میں لے جایا جاتا ہے کہ جہ ایک جگہ اکٹھے کیوں کھڑے تھے۔ یہ کس قسم کا قانون ہے؟

اب اگر کوئی شخص کسی کارروائی میں ملوث ہوتا ہے تو اس کی ایف آئی آر کاٹی جاتی ہے یا عام طور پر اس کا بیان درج کر کے اس کا نام پتہ پوچھ کر اسے جانے کی اجازت دے دی جاتی ہے۔ لیکن محض اس بنا پر کسی کو تھانے میں بند کر دینا کہ وہ مشتبہ ہے کہاں کا انصاف ہے؟

کسی بھی شخص کو بغیر کسی بیان، بغیر کسی شہادت، بغیر کسی اندراج و ریکارڈ کے تھانے میں بند کر کے تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور ایک روز اسے موت کی نیند سلا کر کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ پاکستانی جاسوس تھا۔ کوئی شخص بھی پولیس مقابلے میں مارا جا سکتا ہے اور اس کی کوئی تفتیش نہیں ہوتی۔

سیکیورٹی کے نام پر آپ کی نقل و حرکت پر نظر رکھی جا سکتی ہے آپ کے بینک اکاؤنٹ کے بارے میں معلومات جمع کی جا سکتی ہیں۔ سیکیورٹی کے نام پر آپ کی ایک ایک حرکت کو جانچا اور پرکھا جاتا ہے۔ کئی شہروں میں آپ کو جائیداد خریدنے یا اپنی ذاتی جائیداد بیچنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ آپ گھر کرائے پر لیتے ہیں تو آپ کو پولیس آفیسر کو رپورٹ کرنا پڑتی ہے۔

اس طرح سے شخصی آزادی کم سے کم ہو رہی ہے اور انسان ان قوانین کا غلام بنتا جا رہا ہے۔ وہ آہستہ آہستہ انسان کو اس کے بنیادی حقوق اور آزادی سے محروم کر کے اس کے گرد غلامی کا دائرہ تنگ کرتے چلے جا رہے ہیں۔

یہ کوئی انوکھی چیز نہیں ہے۔ ٹاڈا جیسے ظالمانہ قانون اس سے قبل بھی بنائے جاتے رہے ہیں اور اس کے بعد بھی بنتے رہیں گے۔ سپریم کورٹ بھی انٹرنل سیکیورٹی کے نام پر ایسے قوانین کی اجازت دیتی رہی ہے۔ سیکیورٹی کے نام پر جہاں جی چاہتا ہے ایمرجنسی کا نفاذ کر دیا جاتا ہے اور آرمی کو عوام کے استحصال اور دباؤ کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ منی پور اور دیگر مقامات پر اسی انداز میں عام لوگوں کو ہراساں کیا گیا۔

لبرل سوسائٹی، معاشی اصطلاحات اور اسی نوع کی دیگر چیزیں اسی قبیل سے تعلق رکھتی ہیں اور ان سے شخصی آزادی کو محدود کیا جاتا ہے۔

اب تشدد کی لہر کو ختم کرنے کیلئے دہشت گردی کی روک تھام کیلئے کیا طریقہ کار اختیار کیا جائے اور آخر اس مسئلے کا حل کیا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہتھیار اور تشدد کسی طرح بھی اس کا حل نہیں۔

سب سے پہلے تجزیہ کیا جائے کہ معاشرے میں اس قدر تشدد اور دہشت گردی کے اسباب اور وجوہات کیا ہیں۔

جب ان وجوہات کا علم ہو جائے گا تو پھر نہ تو کسی جابرانہ قانون کی ضرورت رہے گی اور نہ ہتھیار اٹھانے کی نوبت آئے گی۔

اب انڈیا کے کسی حصے میں چلے جائیں امیر لوگ جو چاہیں کر گذرتے ہیں جو چاہیں حاصل کر لیتے ہیں کوئی ان کو پوچھنے والا نہیں۔ امریکہ جس ملک پر چاہے حملہ کر سکتا ہے کوئی اس سے جواب طلب نہیں کر سکتا۔ کوئی اس کا مواخذہ نہیں کر سکتا۔

امیر لوگ ووٹ ڈالنے نہیں جاتے لیکن وہ جو چاہتے ہیں حاصل کر لیتے

ہیں۔ جب بڑے بڑے منصوبے بنائے جاتے ہیں تو بہت سے لوگ متاثر ہوتے ہیں مثلاً ڈیم بنائے جاتے ہیں یا دیگر میگا پراجیکٹس پر عمل کیا جاتا ہے تو وہ لوگ جو اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ جن کے گھر بار اجڑتے ہیں۔ جن کی زمینیں اس کی زد میں آتی ہیں وہ کیا کریں گے۔ بمبئی میں 40 لاکھ سے زائد لوگ تنگ و تاریک کھولیوں اور جھونپڑوں میں زندگی گزار رہے ہیں۔ حکومت کیا کرتی ہے؟ حکومت ان کچی آبادیوں اور جھونپڑیوں کو مسمار کرتی ہے اور اسے ناجائز تجاوزات میں شمار کرتی ہے۔ اب ہر شخص کو گھر یا رہائش فراہم کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے اور اسے بین الاقوامی طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ لوگوں کو رہنے کیلئے چھت مہیا کرنا حکومت کا فرض ہے۔ اب انسانی حقوق کی ان خلاف ورزیوں پر کسی کی توجہ نہیں ہے۔ سپریم کورٹ نے آرٹیکل 51 کے تحت کہا ہے کہ عوام کی تعلیم، صحت، رہائش، خوراک وغیرہ کے امور کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے لیکن آج حکومت اس کیلئے کیا کر رہی ہے؟

حکومت اپنا فرض ادا نہیں کر رہی۔ اپنے متعلقہ امور کی طرف دھیان نہیں دے رہی۔ حکومت اپنی ذمہ داریوں کو بھول چکی ہے اس صورتِ حال میں لوگ کدھر جائیں گے؟ وہ کیا کریں گے؟ کیا وہ تشدد کے ذریعے اپنے غم و غصہ کا اظہار نہیں کریں گے؟

آپ کا گھر مسمار کر دیا جاتا ہے اور جب آپ کو عدالت سے انصاف نہیں ملتا آپ کیا کریں گے؟ لوگ عدالتوں کے چکر لگا کر، اپیلوں پر اپیلیں دینے کے بعد بالآخر تنگ آ کر خودکشی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور بے شمار لوگ اپنی جانیں لے چکے ہیں۔

جب حکومت عوامی مسائل اور امور پر توجہ نہیں دے گی۔ عوام کو سہولیات نہیں دے گی۔ امیر، امیر تر اور غریب، غریب تر ہوتے چلے جائیں گے۔ گراں فروشی عروج پر ہوگی۔ مہنگائی کا عفریت منہ پھاڑے لپک رہا ہوگا تو لوگ کیا کریں گے؟

آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ ارون دتیہ رائے نے کہا تھا جب لوگوں کو انصاف نہیں ملتا تو اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ وہ اس سے الگ ہو جاتے ہیں اور اس نظام سے متنفر ہو جاتے ہیں۔

گجرات میں فسادات کے دوران میں وہاں گیا اور میں نے دیکھا کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کی بڑی تعداد اپنی ماؤں بہنوں کی عصمت دری، گینگ ریپ اور زندہ جلائے جانے کے بھیانک مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے۔ کسی نے ان بچوں کی دیکھ بھال نہیں کی۔ ان کی صحت اور تعلیم کا بندوبست نہیں کیا۔ ان کی نفسیات کو نہیں سمجھا۔ ان کے احساسات و جذبات کا اندازہ نہیں لگایا۔ انہیں چھت فراہم نہیں کی۔

بچے کیا کریں گے؟ انہیں کون انصاف مہیا کرے گا؟؟

یہ حکومت کی ذمہ داری ہے اور اگر وہ یہ ذمہ داری پوری نہیں کرتی تو متاثرین ہتھیار اٹھا لیتے ہیں۔ میں یہاں ہتھیار اٹھانے کی تائید نہیں کر رہا لیکن اس کی سراسر ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے کیونکہ اگر وہ انہیں انصاف فراہم کرتی تو انہیں اپنے مسائل خود حل کرنے کیلئے ہتھیار نہ اٹھانا پڑتے۔ حکومت ان کے ہاتھوں میں ہتھیار نہیں دیتی لیکن اس ضمن میں پوری ذمہ داری حکومت پر ہی عائد ہوتی ہے۔

اور یہی وہ نقطہ ہے جس پر توجہ کی ضرورت ہے اور جس کے بارے میں

ارون دتیہ رائے نے کہا ہے کہ

"When victims refused to be victims they are called terrorists."

''جب ظلم کے شکار لوگ مظلوم رہنے سے انکار کردیتے ہیں تو پھر وہ دہشت گرد کہلاتے ہیں''۔

اس تناظر میں ہم سب لوگ اس ناانصافی کا شکار ہیں جو اس ملک میں ہر جانب نظر آرہی ہے۔ گورنمنٹ کو اس کیلئے سخت ترین قانون، انسداد دہشت گردی کے پروگرام بنانے کی بجائے ان اسباب کے تدارک کی طرف توجہ دینی چاہیے جو اس انتشار اور بدامنی کا باعث بنتے ہیں۔ اگر حکومت انسانی حقوق پر توجہ دے تو یہ سارے مسائل خود بخود ختم ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح جب انصاف ہوگا تو امن ہوگا کیونکہ

Where there is no justice there is no Peace

جہاں انصاف نہیں، وہاں امن نہیں!

Justice delayed is Justice denied

انصاف میں تاخیر انصاف سے انکار کے مترادف ہے!

اگر حکومت انسانی حقوق کا احترام کرے تو یہ گمبھیر صورت حال کبھی بھی پیدا نہ ہو۔

ایک انسان کے بنیادی حقوق کیا ہیں؟

اسے صحت اور تعلیم کے مساوی مواقع میسر ہوں۔

اسے گھر کی چھت نصیب ہو۔

اسے ایک اچھا روزگار حاصل ہو۔

اسے آزادی سے جینے کا حق حاصل ہو۔

اسے کھانے کو خوراک چاہیے۔

اسے پہننے کو کپڑا چاہیے۔

جب اسے ضروریاتِ زندگی حاصل ہوں گی۔ اسے ٹیکسوں کے بوجھ تلے نہیں پیسا جائے گا۔ رشوت اور سفارش سے اس کی حق تلفی نہیں ہوگی تو اس وقت امن ہوگا۔ انصاف قائم ہوگا تو ہر چیز اعتدال پر آجائے گی۔ یہی وہ نقطہ اور بنیادی مقصد ہے جس کی طرف میں آپ سب کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اظہارِ خیال کیلئے مجھے یہ موقع فراہم کرنے کا بے حد شکریہ!

## ڈاکٹر محمد نائیک:

جناب جسٹس ہاسبٹ سریش، اس بے لاگ تبصرے کا بے حد شکریہ اور اس ناانصافی کی طرف توجہ دلانے پر بھی آپ کے شکرگزار ہیں جو ہمیں اپنے اردگرد نظر آرہی ہے۔ نیز حاضرین کے سامنے حقائق پیش کرنے پر بھی آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ نیز تمام لوگ آپ کے ان جذبات کی قدر کرتے ہیں۔ ایک بار پھر میں آپ سب کو آئی آر ایف کی جانب سے خوش آمدید کہتا ہوں کہ آپ اس اہم اور سنجیدہ خطاب کو سننے کیلئے تشریف لائے۔ آخر میں سوال و جواب کا سیشن ہوگا جس میں آپ ڈاکٹر ذاکر نائیک صاحب سے اس موضوع پر کوئی بھی سوال پوچھ سکتے ہیں۔ مذہب اور سیاست کے تفاوت، جنگ اور امن، دہشت گردی کے اسباب پر بات کرنا کافی مشکل امر ہے اور اس وقت میڈیا اسلامک فوبیا میں مبتلا ہے۔ دنیا کے اربوں انسانوں کے درمیان ہم حیران ہیں اور اسی طرح دنیا بھی یہ

مقید چ رہی ہے کہ کیا دہشت گردی صرف اور صرف مسلمانوں سے منسوب ہے؟ اس موضوع پر آج آپ کے سامنے آئی آر ایف کے صدر ڈاکٹر ذاکر نائیک گفتگو کریں گے۔ ان کا مختصر تعارف کراتا چلوں۔

ڈاکٹر ذاکر عبدالکریم نائیک اسلامک ریسرچ فاؤنڈیشن ممبئی کے صدر اور میڈیکل ڈاکٹر ہونے کے علاوہ پوری دُنیا میں ایک فی البدیہہ مقرر اور مبلغِ اسلام کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ آپ تقابل اَدیان اور اسلام پر بڑے مدلل انداز میں خطاب کرتے اور اسلام سے وابستہ غلط فہمیوں کو قرآن و حدیث اور دیگر مذاہب کی الہامی کتب کے حوالوں سے غلط ثابت کرتے ہیں۔ آپ اپنے دلائل دیتے وقت جدید سائنسی حقائق و نظریات کو بھی پیشِ نظر رکھتے ہیں۔

آپ گزشتہ دس برس میں دنیا کے مختلف مقامات پر ایک ہزار سے زائد خطبات پیش کر چکے ہیں۔ آپ ایک سو پچاس ممالک کے اکثر ٹی وی چینلز پر باقاعدگی سے آتے اور خطاب فرماتے ہیں۔

آپ اپنے مفصل، مدلل اور قائل کر دینے والے انداز اور مشاہدے کیلئے مشہور ہیں۔

بہنو اور بھائیو!

آج کی اس پبلک ٹاک کا موضوع ہے ”کیا دہشت گردی مسلمانوں کی حکمتِ عملی ہے؟“

میں دعوتِ خطاب دیتا ہوں جناب ڈاکٹر ذاکر نائیک صاحب کو کہ وہ تشریف لائیں اور حاضرین کے سامنے بیان کریں کہ کیا دہشت گرد صرف اور صرف مسلمان ہی ہیں؟

# ڈاکٹر ذاکر نائیک کا خطاب

(پریذیڈنٹ اِسلامک ریسرچ فاؤنڈیشن، ممبئی)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعد

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا ○

رب شرح لی صدری ویسرلی امری واھل العقدة

من السانی یفقھو القولی.

معزز مہمان جناب ہاسبٹ سریش! میرے قابلِ احترام بزرگو! میرے عزیز بھائیو اور پیاری بہنو! میں آپ سب کو اسلامی کلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ (یعنی آپ سب پر سلامتی ہو اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی رحمتیں اور نوازشات نازل ہوں) سے خوش آمدید کہتا ہوں۔

آج کی اس شام کا موضوع ہے:

# ''کیا دہشت گردی مسلمانوں کی حکمتِ عملی ہے؟''

## Is Terrorism a Muslim Monoply?

اس پر گفتگو کرنے سے قبل ہمیں یہ جاننا ہوگا کہ لفظ Terrorism کے معانی کیا ہیں؟

اس لفظ کی واضح تعریف کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ اس کی متعدد مختلف تعریفیں بیان کی گئی ہیں جن میں سے بہت سی آپس میں متضاد و مخالف ہیں۔ جغرافیائی حالات اور تاریخی حقائق کے تحت اس کی تعریف اور مفہوم میں ردّوبدل ہوتا رہتا ہے۔ دہشت گردی کی تعریف کرنا اس لحاظ سے بہت مشکل ہے۔ تاہم آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق

> "Terrorism is use of violant actions in order to achieve political aims or force a governement to act."

Terrorism کا لفظ 1790ء میں فرانسیسی انقلاب کے دوران استعمال کیا گیا۔ ایڈورڈ برک برطانوی سٹیٹ مین نے فرانسیسی حاکم جیکوبین کے دور کیلئے استعمال کیا تھا۔ 1793ء اور 1794ء کو Reign of Terror کہا گیا۔ اس حکومت کا سربراہ میکسمین راک فیلر تھا جس نے اپنے دور میں ہزاروں لوگوں کو موت کی نیند سلا دیا تھا۔ اس نے ہزاروں افراد کو مصلوب کر دیا تھا۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اس نے پانچ لاکھ انسانوں کو قید کر لیا تھا جن میں سے چالیس ہزار کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ دو لاکھ سے زائد انسانوں کو ملک بدر کر دیا تھا اور دو لاکھ کے قریب

انسانوں کو تنگ و تاریک قید خانوں میں بھوک، پیاس اور تشدد کے ذریعے قریب المرگ کر دیا گیا۔ لہٰذا Terrorism کا لفظ فرانسیسی انقلاب کے دوران ان لوگوں کیلئے استعمال کیا گیا تھا۔

آج ہمارے پاس انٹرنیشنل میڈیا ہے جو ایک مشترک بیان کی بڑے تسلسل کے ساتھ بمباری کر رہا ہے۔ میری مراد خصوصاً مغربی میڈیا سے ہے اور ان کا بیان ہے کہ

"ALL MUSLIMS ARE NOT TERRORIST
but
ALL TERRORISTS ARE MUSLIM"

یہ بیان انڈیا میں بھی آ گیا اور بمبئی کے دھماکوں کے بعد اس کا پرچار بڑے زور و شور سے ہونے لگا۔ عام لوگ بھی اس بیان کو اُچھالنے لگے کہ تمام مسلمان دہشت گرد نہیں البتہ جو دہشت گرد ہیں وہ سب کے سب مسلمان ہیں۔

آیئے آج اس کا جائزہ لیتے ہیں کہ تاریخ ہمیں کیا بتاتی ہے اور دہشت گردی کی تاریخ کے اعداد و شمار کیا کہتے ہیں؟

جب ہم ریکارڈ پر نظر دوڑاتے ہیں تو انیسویں صدی میں ہمیں دہشت گردی کے تمام تر واقعات میں ملوث کوئی مسلمان بمشکل ہی نظر آتا ہے۔ ان تمام کارروائیوں میں غیر مسلم ہی ملوث تھے۔ وقت مجھے ان تفصیلات میں جانے کی اجازت نہیں دیتا ورنہ میں آپ کے سامنے اس کی پوری وضاحت کرتا اور اس کا پس منظر بیان کرتا۔

1881ء میں سر الیگزنڈر دوم آف رُوس کو اس وقت قتل کر دیا گیا جب وہ ایک بلٹ پروف گاڑی میں سفر کر رہے تھے۔ اس وقت ایک بم دھماکے میں سربراہ

کھڑے بیس افراد مارے گئے۔ اس پر وہ گاڑی سے باہر نکلے۔ اس وقت ایک اور بم دھماکہ ہوا اور ان کی جان بھی گئی۔

اسے کسی مسلمان نے نہیں بلکہ اس کے اپنے ہی لوگوں نے، اپنے ہم قوم انتشار پسندوں نے موت کی نیند سلایا تھا۔ اس کے قاتل کا نام اگنسی تھا۔

1886ء میں شکاگو کی ایک مارکیٹ میں لیبر ریلی کے دوران بم دھماکا ہوا، جس میں ایک پولیس مین سمیت بارہ بے گناہ لوگ مارے گئے اور سترہ سے زائد شدید زخمی ہوئے۔ یہ بم دھماکہ کرنے والے مسلمان نہیں تھے بلکہ سب کے سب غیر مسلم انتشار پسند تھے۔

جب ہم بیسویں صدی میں دہشت گردی کے واقعات کا ریکارڈ دیکھتے ہیں تو اس سے بھی کچھ اسی طرح کی صورت حال سامنے آتی ہے۔ 6 ستمبر 1901ء میں امریکہ کے صدر ولیم میکنلی کو غیر مسلم انتشار پسند Lion نے دو گولیاں مار کر ہلاک کر دیا تھا۔

یکم اکتوبر 1910ء کو لاس اینجلس ٹائمز کے دفتر میں بم دھماکہ ہوا جس میں 21 بے گناہ لوگ مارے گئے۔ اس دھماکے کے ذمہ دار دو عیسائی جیمز اور جوزف تھے جو یونین لیڈر تھے۔

28 جون 1914ء کو آسٹریا کے آرک ڈیوک اور ان کی بیوی کو قتل کر دیا گیا اور اس کے ذمہ دار بوسنیا کے سرب تھے جو غیر مسلم تھے۔

16 اپریل 1925ء کو صوفیہ (بلغاریہ) کے سینٹ نیڈلیا چرچ میں بم دھماکہ ہوا جس میں 125 لوگ مارے گئے اور 500 سے زائد زخمی ہوئے۔ یہ دھماکہ بلغارین کمیونسٹ پارٹی نے کیا تھا اور بلغاریہ کی تاریخ کا یہ سب سے بڑا

دھماکہ اور دہشت گردی کی کارروائی تھی۔

19 اکتوبر 1934ء کو یوگوسلاویہ کا کنگ الیگزنڈر قاتلانہ حملے میں مارا گیا تھا۔ اسے ایک گن مین ولاڈا جورجیف نے مارا تھا جو ایک غیر مسلم تھا۔

1961ء میں سب سے پہلے ایک امریکی طیارے کو ایک غیر مسلم نے ہائی جیک کیا تھا۔

اسی طرح تاریخی ریکارڈ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ 28 اگست 1968ء کو گوئٹے مالا کے ایمبیسیڈر کو ایک غیر مسلم نے قتل کیا تھا۔

1969ء میں جاپان کے ایمبیسڈر کو ایک غیر مسلم نے ہی خنجر گھونپ دیا تھا۔ 1969ء میں ہی برازیل کے سفیر کو ایک غیر مسلم نے اغوا کر لیا تھا۔

19 اپریل 1995ء میں اوکلاہاما سٹی کے بم دھماکوں کے واقعہ میں ایک ٹرک کو فیڈرل بلڈنگ میں ماردیا گیا جس میں بم بھرے ہوئے تھا اس واقعہ میں 166 بے گناہ لوگ مارے گئے اور سینکڑوں زخمی ہوئے۔

اخبارات میں یہ Middle East Conspiracy کی شہ سرخی کے ساتھ کئی روز تک آتا رہا۔ ازاں بعد انہیں علم ہوا کہ یہ حرکت دائیں بازو سے تعلق رکھنے والے دو عیسائی نوجوانوں ٹموتھی اور ٹیری کی تھی اس کے بعد مڈل ایسٹ الی خبر ہٹائی گئی ورنہ یہ اخبارات میں ایک تسلسل کے ساتھ آرہی تھی۔

جنگِ عظیم دوم کے بعد 1941ء سے 1948ء تک آٹھ سال کے عرصے میں یہودی دہشت گردوں نے 259 دہشت گردانہ حملہ کئے۔ اس میں ان کی مختلف تنظیمیں ملوث تھیں۔

22 جولائی 1946ء کو کنگ ڈیوڈ ہوٹل میں مناکیم بیگن نے بم دھماکے

کیے۔ اس میں 91 بے گناہ افراد مارے گئے جن میں 28 برطانوی، 41 عرب، 17 یہودی اور پانچ دیگر افراد شامل تھے۔ شروع میں اس کا الزام مسلمانوں پر دھرا گیا مگر بعد میں ثابت ہوگیا کہ اس کی ذمہ دار بیگن یہودی تنظیم تھی۔ یہ برطانوی تاریخ کی ایک بڑی دہشت گردی تھی جس میں 91 لوگ مارے گئے۔ اس وقت برطانوی حکومت نے مناکیم بیگن یہودی تنظیم کونمبرون دہشت گرد تنظیم قرار دیا۔

چند سال بعد مناکیم بیگن اسرائیل کا وزیراعظم بن گیا اور مزید چند سال بعد اسے امن کا نوبل پرائز دیا گیا۔ ذرا تصور کیجئے کہ ایک شخص سینکڑوں بے گناہ لوگوں کے قتل سے اپنے ہاتھ رنگتا ہے۔ اسرائیل کا وزیراعظم بنتا ہے اور پھر امن کا نوبل انعام حاصل کرتا ہے۔ کتنی مضحکہ خیز بات ہے۔

اس سے بھی تعجب خیز بات یہ ہے کہ اسرائیل کی متحارب تنظیموں کے رہنما جو کئی دہشت گردانہ کارروائیوں میں ملوث رہے بعد میں وہ اسرائیل کے وزیراعظم بنے یا انہوں نے اہم عہدے حاصل کیے۔ بیگن اور شیرون کی مثال کافی ہوگی۔ جبکہ اگنون، ہیگنا اور دیگر تنظیمیں اسی نوع کی دہشت گردی میں ملوث رہیں۔ یہ سب یہودی ریاست کیلئے لڑ رہے تھے۔ اگر آپ دنیا کا نقشہ دیکھیں تو 1945ء سے پہلے اسرائیل کا وجود تک نہیں تھا۔ ان یہودی گروپوں کو برطانیہ نے دہشت گرد قرار دیا تھا جو یہودی سٹیٹ کیلئے لڑ رہے تھے بعد میں ان لوگوں نے طاقت کے بل پر فلسطینیوں کو ان کے گھروں سے نکال دیا اور جب فلسطینیوں نے اپنی چھنی ہوئی سرزمین واپس لینے کیلئے مسلح جدو جہد کا آغاز کیا تو انہی اسرائیلیوں نے انہیں ”دہشت گرد“ کہنا شروع کر دیا۔

تصور کریں! ہٹلر نے چھ ملین یہودیوں کو اپنی سرزمین سے نکال دیا۔

انہوں نے فلسطینیوں سے ان کی سرزمین چھین لی جسے واپس حاصل کرنے کیلئے وہ آج تک کوشاں ہیں۔ اگر یہود کو اپنی سرزمین واپس چاہیے تو انہیں واپس جرمنی جانا چاہیے۔

اس بات کا تصور کریں کہ فلسطینیوں نے کچھ لوگوں کو پناہ دی اور انہیں اپنے گھر میں رکھا۔ کچھ عرصے بعد مہمان نے میزبان کو نکال باہر کیا اور جب میزبان نے واویلا کیا کہ یہ گھر میرا ہے تو اس پر دہشت گردی کا لیبل چپکا دیا گیا۔

(ایک دیوار چھ فٹ اونچی ہے ایک شخص کا قد پانچ فٹ اور دوسرے کا ساڑھے چھ فٹ ہے دونوں ایک ہی مقام پر کھڑے ہیں لیکن جو کچھ دراز قامت کو نظر آ رہا ہے وہ پست قامت کی آنکھوں سے اوجھل ہے اس لئے وہ اس حقیقت سے انکار کر دیتا ہے جو اس کی رسائی سے باہر ہے)

یہ حقیقت آج فلسطینیوں پر صادق آتی ہے وہ اپنا گھر واپس لینا چاہتے ہیں اور یہودی انہیں دہشت گرد قرار دے رہے ہیں۔ اور بہت سے نام نہاد رہنما جن کا تعلق بڑے ممالک سے ہے وہ انکی اس بات کی تائید کرتے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ جرمنی میں 1968ء سے 1992ء تک BADDER MEINHOFF جیسا نے بہت سے بے گناہ لوگوں کو مارا۔

اسی طرح ریکارڈ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اٹلی میں ریڈ بریگیڈ نے نہ صرف بے شمار بے گناہ لوگوں کے خون سے ہاتھ رنگے بلکہ اٹلی کے وزیراعظم ایلڈو مورو کو بھی اغوا کر لیا اور پندرہ دن حبسِ بے جا میں رکھنے کے بعد اسے بھی قتل کر دیا۔

20 مارچ 1995ء کو اوم شنریکیو نامی جاپانی بدھسٹ تنظیم نے زہریلی گیس (ناڈ گیس) کے ذریعے ٹوکیو سب وے کے اندر ہزاروں افراد کو زخمی اور بارہ

کو ہلاک کر دیا۔

انگلینڈ میں ایک سو سال تک IRA آئرش ریپبلکن آرمی مسلسل حملے کرتی رہی۔ وہ کیتھولک تھے لیکن انہیں کیتھولک دہشت گرد کی بجائے IRA کہا گیا۔ انہوں نے بیشمار دہشت گردانہ حملے کئے۔ 1972ء میں تین بم دھماکے کئے۔ پہلے میں چند افراد، دوسرے میں گیارہ افراد اور تیسرے دھماکے میں نو افراد مارے گئے۔ 1974ء میں انہوں نے دو بم دھماکے کئے۔ پہلا دھماکہ پب میں ہوا جس میں پانچ افراد ہلاک اور 45 زخمی ہوئے۔ برمنگھم پب میں 21 افراد ہلاک ہوئے اور 182 زخمی ہوئے۔

1996ء میں لندن کے بم دھماکے میں جو IRA نے کیا تھا دو افراد مارے گئے اور 100 افراد زخمی ہوئے۔ اس کے بعد مانچسٹر کے شاپنگ پوائنٹ پر حملے میں 206 لوگ زخمی ہوئے۔ 1998ء میں بینگ برج کے بم دھماکے میں 35 بے گناہ افراد زخمی ہوئے۔ اسی سال اومیگ میں بم دھماکہ ہوا جس میں پانچ پاؤنڈ دھماکہ خیز مواد کے ذریعے کار میں دھماکہ کیا گیا جس سے 29 لوگ مارے گئے اور 330 زخمی ہوئے۔

یہ تمام ریکارڈ غیر مسلم ذرائع سے اخذ کیا گیا ہے اور اس میں کسی قسم کے مبالغے یا مغالطے کی قطعی گنجائش نہیں ہے۔ یہ انہی لوگوں کا مرتب کیا ہوا ریکارڈ ہے۔ آپ BBC یا انٹرنیٹ سے اسے چیک کر سکتے ہیں۔ اس کے اعداد و شمار میں ایک آدھ فرد کی کمی بیشی ہو سکتی ہے مگر مجموعی طور پر اعداد و شمار وہی ہوں گے جو ہم نے بیان کئے ہیں۔ 2001ء میں IRA نے BBC پر بم مارا۔ ان لوگوں کو تو کیتھولک دہشت گرد نہیں کہا گیا اور ان کے ہاتھوں مسلسل نقصان اٹھانے والی برطانوی

گورنمنٹ آج ان کی بجائے مسلمان دہشت گردوں سے زیادہ خوفزدہ ہے۔

مجھے برطانوی ریکارڈ سے اس بات کا علم نہیں ہے کہ کتنے مسلمان یو کے کے بم دھماکوں میں ملوث ہیں۔ یہاں تک کہ لندن کے بم دھماکوں میں بھی صرف شبہ ظاہر کیا گیا کہ یہ مسلم دہشت گرد ہو سکتے ہیں اس بات کا کوئی واضح ثبوت نہیں پیش کیا گیا۔

کہیں بیان ہوتا ہے کہ 45 لوگ مارے گئے، کہیں 55 بتائے جاتے ہیں یا کہہ دیا جاتا ہے کہ 50 سے زائد لوگ مارے گئے۔

اگر ہم مان لیں کہ 7 جولائی 2007ء کو بم دھماکے کرنے والے مسلم دہشت گرد تھے۔ لیکن اس بات کی سمجھ نہیں آتی کہ IRA سو سال سے زائد عرصے سے اس طرح کی کارروائیاں کرتی چلی آ رہی ہے مگر اسے تو موردِ الزام نہیں ٹھہرایا گیا لیکن مسلمانوں سے اب سب سے زیادہ ڈر اور خوف محسوس کیا جا رہا ہے جن کے بارے میں ابھی تک کوئی ٹھوس ثبوت بھی نہیں ہے۔

جارج بش کے بقول:

"Tony Blair is more afraid of Muslim Terrorists than IRA who is conducting Terrorist Attacks for more than a hundred years."

ہمیں تاریخی ریکارڈ سے یہ بات معلوم ہے کہ سپین اور فرانس میں دہشت گردوں نے 36 حملے کئے جبکہ افریقہ میں بے شمار تنظیمیں ہیں لیکن سب سے بدترین دہشت گرد تنظیم لارڈز سالویشن آرمی ہے جو عیسائیوں کی ہے۔ وہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو دہشت گردی کی تربیت دیتے ہیں۔

جب ہم سری لنکا کو دیکھتے ہیں تو وہاں تامل ٹائیگرز کی ایک دہشت گرد تنظیم LTTE نظر آتی ہے۔ یہ تشدد کے معاملے میں دنیا کی تمام دہشت گرد تنظیموں میں سب سے زیادہ بدنام ہیں۔ اس کے ممبران خودکش حملوں کے ماہر ہیں۔ یہاں تک کہ یہ اس معاملے میں بچوں کی مدد بھی لیتے ہیں اور انہیں تربیت دے کر خودکش حملوں کیلئے تیار کرتے ہیں۔ اس وقت سب جانتے ہیں کہ فلسطین میں خودکش حملے ہو رہے ہیں۔ عراق میں خودکش حملے ہو رہے ہیں۔

لیکن یہ تاریخی ریکارڈ ہے کہ ان میں سب سے زیادہ اور نمایاں کردار LTTE کا ہے۔ یہ تامل ٹائیگرز کی جماعت ہے۔

کون تامل ٹائیگرز؟

آخر تامل ٹائیگرز ہیں کون؟

یہ ہندو ہیں مگر کسی نے ان کو "ہندو دہشت گرد" کا لیبل نہیں لگایا، بس انہیں LTTE کہا جاتا ہے۔ جب ہم انڈیا میں آتے ہیں تو خودکش حملہ آوروں کے حوالے سے کشمیری مجاہدین Kashmiri Millitants کا نام سامنے آتا ہے اور زیادہ تر حملوں کا ذمہ دار انہی کو قرار دیا جاتا ہے۔ یہ حملے غلط تھے یا صحیح ان پر ہم بعد میں کبھی بحث کریں گے لیکن ابھی جیسا کہ مہمانِ خصوصی بھی ذکر کر چکے ہیں کہ دہشت گردوں کے بارے میں عام عوامی روّیہ کیا ہے اور آپ سب جانتے ہیں کہ کتنے لوگ ہیں جو میڈیا میں اس بات کا برملا اظہار کرتے ہیں ورنہ عام طور پر تو دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ دہشت گردی کے ہر واقعہ کا الزام مسلمانوں پر تھوپ دیتے ہیں اور ہر خودکش حملے کا ذمہ دار مسلمانوں کو ٹھہرایا جاتا ہے۔ انڈیا میں دہشت گرد یا دہشت گرد تنظیمیں ہر مذہب سے وابستہ ہیں۔ پنجاب میں سکھوں کی دہشت گرد

تنظیمیں ہیں۔ 5 جون 1984ء کو انڈین سیکیورٹی فورسز نے گولڈن ٹیمپل پر قبضہ کیا اس دوران 100 کے لگ بھگ لوگ مارے گئے۔ 31 اکتوبر 1984ء کو اس وقت کی وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی کو ان کے سکھ باڈی گارڈ نے موت کی نیند سلادیا۔

اگر آپ South Asian Terrorism Portal کی ویب سائٹ دیکھیں جو ساؤتھ ایشیا میں دہشت گردی کے حوالے سے سب سے بڑی ویب سائٹ ہے تو اس میں آپ کو تمام تر دہشت گردی کے حملوں میں مسلمانوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر نظر آئے گی اور یہ ان دہشت گرد حملہ آوروں میں ایک نہایت کم اقلیت ہوں گے۔

لیکن ان دہشت گردوں کو جو بڑے پیمانے پر حملوں میں ملوث ہیں میڈیا پر نہیں لایا جاتا مگر مسلمانوں کو ایک ہوّا بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور یوں ظاہر کیا جاتا ہے کہ دنیا کے کسی بھی مقام پر ہونے والا حملہ مسلمانوں نے کیا ہے۔ تری پورہ میں عیسائیوں کی دہشت گرد تنظیم ATTF یعنی All Taripura Tiger Force موجود ہے۔ اس کے علاوہ NLFT ہے جو نیشنل لبریشن فرنٹ آف تری پورہ کا مخفف ہے یہ بھی عیسائیوں کی تنظیم ہے اسی طرح ہندوؤں کی بھی کئی تنظیمیں موجود ہیں۔

جب آپ سائٹ پر دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ چار ہندو مارے گئے، آٹھ ہندو مارے گئے۔ 2 اکتوبر 2004ء کو عیسائیوں نے 44 ہندوؤں کو ہلاک کیا تھا۔

آسام میں ULFA نے 1990ء سے 2006ء تک 749 دہشت

گردانہ حملے کیے۔ 749 دہشت گردی کے حملے جن کی باقاعدہ تصدیق ہو چکی ہے اور کشمیریوں کے حملے ان کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہیں۔ لیکن جب ہم اخبارات کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہاں صرف اور صرف کشمیری مسلمانوں کا تذکرہ ملے گا۔ دو سال قبل کا واقعہ ہے کہ میں ہندوستان کے ہر علاقے میں جا چکا تھا دنیا کے کئی گوشے دیکھ چکا تھا مگر کشمیر سے دعوت آنے کے باوجود میں وہاں نہ جا سکا۔ ستمبر 2005ء میں وہاں جانے کا فیصلہ کر لیا۔ میں سری نگر پہنچا تو مجھے پتہ چلا کہ گزشتہ چالیس برس میں یہ پہلا موقع ہے کہ گورنمنٹ نے پبلک ٹاک کی اجازت دی ہے۔ میں نے پولو گراؤنڈ کشمیر میں خطاب کیا جس میں سینکڑوں ہزاروں لوگوں نے شرکت کی۔ گورنمنٹ نے مجھے سیکیورٹی فراہم کی اور میں حیران تھا کہ آخر یہ مشین گن بردار لوگ میرے ساتھ کیوں ہیں۔ میں نے کشمیر کے دیگر علاقوں کا دورہ بھی کیا اور میرا یہ خیال نہیں تھا کہ مجھے اس سیکیورٹی کی ضرورت ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہاں کتنے دہشت گرد موجود ہیں لیکن ULFA کو صرف اور صرف مسلمانوں کو نشانہ بنانے کیلئے تربیت دی گئی ہے۔ ان کی کارروائیوں کی خبریں اخبارات میں نہیں چھپتیں اور چند لوگوں کے علاوہ کسی کو علم بھی نہیں ہوتا۔ ان کی متعلقہ تنظیموں کو البتہ اس کی مکمل اطلاعات ہوتی ہیں۔ MAOISTS انڈیا کی بدنام دہشت گرد تنظیم ہے جس نے نیپال میں گذشتہ سات سال کے دورانیے میں 99 دہشت گردانہ حملے کیے۔ حکومت ہند کے مطابق یہ لوگ 600 اضلاع میں موجود ہیں اور انہوں نے انڈیا کے ایک تہائی حصے پر دہشت گردی کے حملے کیے ہیں۔

اگر ان کا موازنہ کشمیر کے ساتھ کیا جائے تو یہ ناقابلِ موازنہ ثابت ہوگا۔ ان میں آپ کو کوئی قدرِ مشترک نظر نہیں آئے گی۔ MAOISTS بھارت کیلئے

ایک زبردست خطرہ ہے مگر حکومت صرف مسلمان دہشت گردوں سے خوف زدہ ہے۔آخراس کی وجہ ہے کیا؟ چلیے میں آپ کواس کی وجہ بتائے دیتا ہوں اس کی وجہ ہے جارج ڈبلیو بش!

نائن الیون سے 2 دِن قبل 875 راکٹ اور 30 راکٹ لانچر MAOISTS سے برآمد ہوئے ذرا تصور کیجئے کہ اس مقدار سے کس قدر تباہی پھیلائی جاسکتی تھی۔یہ انڈیا کی تاریخ میں ایک ریکارڈ ہے کہ اتنی بڑی تعداد میں اسلحہ پکڑا گیا۔اس میں چھوٹے خودکار ہتھیار شامل نہیں ہیں اوراس ذخیرے سے انڈین آرمی کے خلاف ایک بڑی جنگ چھیڑی جاسکتی تھی۔یہ سارے ہتھیار MAOISTS کے بتائے جاتے ہیں۔اس حوالے سے بتایا گیا کہ ان کی مدد سے 600 میٹر کی دوری سے کسی پولیس سٹیشن یا آرمی کے ٹینکوں کونشانہ بنایا جاسکتا تھا اور کوئی ان کا کچھ بھی نہیں کرسکتا تھا لیکن اس کے باوجود اگر انتظامیہ کوخوف ہے تو ان لوگوں سے ہے جن کی داڑھی ہے۔

انہیں ان لوگوں سے ڈر لگتا ہے جو خاص وضع یا خاص طرز کی ٹوپی پہنتے ہیں۔

اب یہاں راکٹ لانچر زیادہ تباہ کن اور خطرناک معاملہ تھا مگر کیا وجہ ہے کہ وہ خاص طور پر مسلمانوں کودہشت گردی کیلئے موردِالزام ٹھہرا رہے ہیں اوران کا پورازورصرف مسلمانوں کودہشت گرد قرار دینے پرصرف ہورہا ہے۔

اس کی وجہ مغربی میڈیا ہے جس کا فوکس اس وقت مسلمانوں پر ہے اور مغربی میڈیا پوری دنیا کے میڈیا کو کنٹرول بھی کرتا ہے اوراس پر چھایا ہوا ہے۔جب ہم اس بات کا تجزیہ کرتے ہیں تو ہم بغیر کسی شک وشبہ کے بڑے وثوق سے کہہ سکتے

ہیں کہ دہشت گردی کے مرتکب صرف مسلمان نہیں ہیں اور مسلمانوں سے دہشت گردی کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

Not Only is Terrorism not a Muslim Monopoly, It is not even a speciality of the Muslims.

اسلام دہشت گردی کی کسی طور بھی حوصلہ افزائی نہیں کرتا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ''دہشت گردی'' اسلام میں قطعی طور پر ''ممنوع'' ہے۔ تقابل ادیان کا طالب علم ہونے کی حیثیت سے میں نہیں کہہ سکتا کہ دنیا کے تمام مذاہب معصوم اور بے گناہ افراد کے قتل کی ممانعت کرتے ہیں لیکن ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے میں یہ ضرور کہوں گا کہ زیادہ تر مذہبی کتابوں میں بے گناہ انسانوں کے قتل سے روکا گیا ہے اور اسے ایک ناپسندیدہ فعل قرار دیا گیا ہے۔ لیکن وہ مذہب جو مکمل طور پر دہشت گردی کے خلاف ہے اور اس کی کھلی مخالفت اور مذمت کرتا ہے اسلام ہے۔

قرآن پاک کی سورۃ المائدہ میں ہے:

ترجمہ: ''اس سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کیے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو بچالیا اس نے گویا سب کو بچالیا''۔

(سورۃ المائدہ، سورۃ نمبر 5 آیت 32)

ابھی کچھ وقت قبل آپ قاری ریحان غالب سے اس کی قرأت سن چکے ہیں اور ڈاکٹر محمد نائیک نے آپ کے سامنے اس کا ترجمہ پیش کیا ہے۔ اس کا واضح مطلب ہوا کہ کوئی بھی جو مسلم ہے یا غیر مسلم کسی بے گناہ انسان کو خواہ وہ مسلم ہو یا

غیر مسلم، قتل کرتا ہے تو گویا اس نے پوری انسانیت کا قتل کیا اور پوری انسانیت کے خلاف بغاوت کی۔

میں نے بہت سی مذہبی کتب میں پڑھا ہے کہ آپ کو معصوم انسانوں کو قتل نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن قرآن نہ صرف یہ کہتا ہے بلکہ مزید آگے بڑھ کر کہتا ہے کہ اگر کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو بلاوجہ قتل کرتا ہے تو وہ پوری انسانیت کے قتل کا مرتکب ہوتا ہے۔

یعنی قرآن کے نزدیک اگر کسی نے کسی بے گناہ انسان کا قتل کیا تو گویا اس کا جرم اتنا سنگین ہے گویا اس نے پوری انسانیت کا قتل کیا۔ یہ بات میں نے کسی اور مذہبی کتاب میں نہیں پڑھی کہ اگر کوئی کسی ایک معصوم کو قتل کرتا ہے تو گویا وہ پوری انسانیت کے قتل کا مجرم ہے۔

اس سے آگے قرآن مزید کہتا ہے کہ اگر تم نے کسی ایک انسانی زندگی کو بچایا تو گویا تم نے پوری انسانیت کو بچالیا۔ یعنی یہاں اس کے اجر کا ذکر ہے اور ایک انسانی زندگی بچانے پر اس کو اس انداز میں خراجِ تحسین پیش کیا جا رہا ہے کہ جس طرح اس نے ساری انسانیت کو بچالیا ہو۔

اسلام کا تو مطلب ہی امن اور سلامتی ہے اور اس کے مآخذ اور مادے کے متعلق پہلے گفتگو ہو چکی ہے۔

اسلام کا مطلب ہے اللہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا اور پوری دنیا میں امن کے قیام کا عہد کرنا۔ اس لئے اسلام ہر قسم کی دہشت گردی کی بڑی سختی سے مذمت کرتا ہے۔ کسی بھی انسان کے قتل کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔

جہاں تک نائن الیون کے واقعہ کا تعلق ہے یا جولائی میں جب پچاس

سے زائد معصوم لوگ لندن بم دھماکے میں جاں بحق ہوئے۔ 1993ء میں بمبئی میں بم دھماکوں کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا جس میں 250 سے زائد لوگ مارے گئے۔ نیز وہ تمام بم دھماکے جو حال ہی میں ہوئے ہیں یعنی 11 جولائی 2006ء میں جن میں 200 سے زائد لوگ مارے گئے۔ یہ سب قابلِ مذمت ہیں اور کسی بھی انسانی جان کے اتلاف وضیاع کی کسی بھی طرح تائید نہیں کی جاسکتی۔

بہت سے مسلمان اس معاملے میں ان واقعات کی مذمت کرتے ہیں اور اس سے آگے فل سٹاپ۔ لیکن میں فل سٹاپ نہیں لگاؤں گا اور بات جاری رکھتے ہوئے افغانستان میں ہزاروں افغانیوں کے قتل کی مذمت کروں گا اور ان ہزاروں معصوم انسانوں کے قتل کی مذمت کروں گا جو عراق میں جاں بحق ہوئے۔

ان ہزاروں لوگوں کے قتل کی مذمت کروں گا جو گجرات میں فسادات کے دوران میں مارے گئے۔

ان ہزاروں لوگوں کے قتل کی مذمت کروں گا جو فلسطین میں مارے گئے۔

ان ہزاروں لوگوں کے قتل کی مذمت کروں گا جو لبنان میں مارے گئے۔

آپ مذمت کرتے ہوئے ڈرتے کیوں ہیں؟؟

اپنی نامکمل بات اور احتجاج کے آگے فل اسٹاپ کیوں لگاتے ہیں؟؟

آخر آپ کس سے ڈرتے ہیں؟؟

دہشت گردی کے تمام واقعات اور ان تمام دہشت گرد طاقتوں کی مذمت ضروری ہے جنھوں نے معصوم انسانوں کی جانیں لی ہیں۔ خواہ دہشت گردی کے شکار مسلم ہوں یا غیر مسلم، دہشت گردی اور دہشت گردوں کی شدید مذمت ضروری ہے۔

ہمارے پاس اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ نائن الیون یا لندن بم دھماکوں میں مسلمان ملوث تھے۔

یہ صرف تعصب اور تشکک ہے۔ لیکن اس کے برعکس جب ان کی شناخت ہو جاتی ہے تو خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم ان کی مذمت ہونی چاہیے اور اس کی روک تھام ہونی چاہیے۔ ہم جانتے ہیں کہ بہت سے مذاہب میں تبلیغ کا وہ اسلوب نہیں ہے جو مسلمانوں میں ہے۔ میں یہ بات وثوق سے کہوں گا کہ دہشت گردی کسی بھی مذہب کی ترجیح یا نقطۂ نظر نہیں ہے۔

Terrorism is not the Monopoly of any religion.

لیکن جب ہم تجزیہ کرتے ہیں تو ہمیں ایسے دہشت گرد نظر آتے ہیں جو مختلف مذاہب سے اپنی وابستگی کا دعویٰ کرتے ہیں اور مزید یہ بات مشاہدے میں آتی ہے کہ اس میں مختلف مذاہب یا قریباً تمام مذاہب شامل ہیں۔

ان میں عیسائی دہشت گرد ہیں۔

ان میں کیتھولک دہشت گرد ہیں۔

ان میں یہودی دہشت گرد ہیں۔

ان میں ہندو دہشت گرد ہیں۔

ان میں مسلم دہشت گرد ہیں۔

ان میں بدھسٹ دہشت گرد ہیں۔

ان میں سکھ دہشت گرد ہیں۔

دہشت گردی کی اصطلاح ایک بالکل مختلف چیز ہے لیکن زیادہ تر مذاہب معصوم انسانوں کے قتل کی مذمت اور سختی سے ممانعت کرتے ہیں۔

جب ہم سروے کرتے ہیں تو جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ کوئی بھی مذہب معصوم انسانوں کے قتل کی اجازت نہیں دیتا لیکن ہر مذہب میں دہشت گرد ہو سکتے ہیں۔ تاہم جب ہم سروے کرتے ہیں تو وہ انسان جس نے سب سے زیادہ انسانوں کو قتل کیا ''ایڈولف ہٹلر'' (Adolf Hitler) ہے جس نے ساٹھ لاکھ یہودیوں کو قتل کیا۔ دوسری جنگِ عظیم میں مارے جانے والے افراد کی سب سے زیادہ تعداد اس کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اُتری۔ وہ قتل وغارت میں پہلے نمبر پر ہے۔

اب سوال اُٹھتا ہے کہ کیا وہ مسلم تھا؟

نہیں! ہرگز نہیں وہ عیسائی تھا۔

جوزف سٹالن (Joseph Stalin) جو ''انکل جو'' کے نام سے مشہور تھا اس نے 20 ملین افراد کو موت کے منہ میں دھکیلا جن میں سے 14.5 ملین افراد کو بھوکا پیاسا رکھ کر مرنے کیلئے چھوڑ دیا گیا۔

چین میں Mao Tse Tsung نے بھی 20 ملین کے قریب لوگوں کو قتل کیا وہ بھی غیر مسلم تھا۔

اٹلی کے مسولینی (Benito Mussolini) نے چار لاکھ انسانوں کو قتل کیا۔

فرانسیسی انقلاب کے Maximilin Robespierre نے دو لاکھ انسانوں کو بھوک اور تشدد سے موت کے گھاٹ اُتارا جبکہ چالیس ہزار افراد کو براہِ راست قتل کر دیا گیا۔

اشوک نے کالنگا کی لڑائی میں ایک لاکھ افراد کو موت کے گھاٹ اُتارا اور

وہ ہندو تھا۔

صدام حسین نے عراق میں چند ہزار لوگوں کو قتل کیا تھا لیکن جارج بش اور امریکہ نے Embargo کے ذریعے پانچ لاکھ سے زائد صرف عراقی بچوں کو ہی موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

انڈونیشیا میں سہارتو نے پانچ لاکھ انسانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے۔

لیکن ہٹلر اور انکل جو سے کسی کا موازنہ نہیں کیا جاسکتا۔

اس حوالے سے مسلمان تو کچھ بھی نہیں ہیں۔ میرے کہنے کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے کہ دہشت گردی کسی خاص مذہب سے منسوب ہے۔ بلکہ دہشت گرد دنیا کے ہر مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اور صرف مسلمان ہی اس کیلئے موردِ الزام نہیں ٹھہرائے جاسکتے۔

جب ہم اس وقت میڈیا کا جائزہ لیتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ دہشت گردی کا شکار صرف اور صرف مسلمانوں ہی کو بنایا جا رہا ہے لیکن بین الاقوامی میڈیا انہیں بنیاد پرست (Fundamentalist)، انتہا پسند (Extremist)، اور دہشت گرد (Terrorist) کے نام دے رہا ہے۔

اب بنیاد پرست کا کیا مطلب ہے؟

آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق اس کا مطلب ہے:

"Fundamentalist is a person who strictly adheres to the ancient teachings or doctrines of any Religion."

اب جب کسی سے سوال کیا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے:

میں بنیاد پرست نہیں ہوں!

میں انتہا پسند نہیں ہوں!

بنیاد پرستی اور انتہا پسندی اچھے مقاصد کیلئے ضروری ہے اور میں بہ بانگِ دہل کہتا ہوں کہ میں:

لوگوں سے امن کے معاملے میں انتہا پسند ہوں!

میں ایک بنیاد پرست مسلمان ہوں!

میں انصاف کے معاملے میں، انسانی حقوق کے معاملے میں، انسانوں سے پیار کے معاملے میں، انسانوں سے ہمدردی کے سلسلے میں انتہا پسند ہوں اور مجھے اس پر فخر ہے۔

انتہا پسند دیانتدار، انتہا پسند مہربان، انتہا پسند منصف ہونے میں آخر کیا برائی ہے؟

لیکن میڈیا اس کو کچھ اس منفی انداز سے اچھالتا ہے کہ فلاں انتہا پسند اور بنیاد پرست ہے لہٰذا وہ دہشت گرد ہے۔

اسلام میں یہ چیز نہیں ہے کہ آپ کسی عمل کے ایک حصے کو اختیار کریں اور ایک کو چھوڑ دیں۔ آپ کو اس پر پوری طرح عمل پیرا ہونا چاہیے۔ یہ نہیں کہ جو چیز پسند آئی وہ تو اختیار کر لی لیکن جس چیز پر دل مائل نہ ہوا اسے چھوڑ دیا۔

اب میں کسی بھی انسان سے سوال کرتا ہوں کہ کیا دیانتداری میں انتہا پسندی غلط ہے؟

انسانوں سے محبت میں انتہا پسندی غلط ہے؟

قیامِ امن میں انتہا پسندی غلط ہے؟

فلاحِ انسانیت میں انتہا پسندی غلط ہے؟

ہمیں انتہا پسند ہونا چاہیے لیکن درست سمت کی جانب!

اب ایک شخص مسلم ہے تو وہ مسلم ہے اب اسے انتہا پسند مسلم کہنا بھلا کون سی اصطلاح ہے؟

قرآن پاک کی سورۃ بقرہ، سورۃ نمبر 2، آیت نمبر 208 میں ارشادِ ربانی کا بھی یہی مفہوم ہے:

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے''۔

آج مسلمانوں کو دہشت گردی کا لیبل چپکا دیا گیا ہے۔

سورہ الانفال 8 آیت 60 اور 61 میں ہے:

ترجمہ: ''اور ان کیلئے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے۔ اور جتنے گھوڑے باندھ سکو کہ ان سے ان کے دلوں میں دھاک بٹھاؤ جو اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن ہیں اور ان کے سوا کچھ اوروں کے دلوں میں جنہیں تم نہیں جانتے اللہ انہیں جانتا ہے اور اللہ کی راہ میں جو کچھ خرچ کرو گے تمہیں پورا دیا جائے گا اور کسی طرح گھاٹے میں نہیں رہو گے اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی جھکو اور اللہ پر بھروسہ رکھو بے شک وہی سننے جاننے والا ہے''۔

اب چور، ڈاکو، فساد کرنے والوں کیلئے تو مسلمان دہشت گرد ہے اور دیگر

ان تمام عناصر کیلئے بھی جو معاشرے کا امن تباہ کرنا چاہتے ہیں مسلمان دہشت گرد ہیں کیوں کہ انہیں مسلمانوں سے دہشت محسوس ہوتی ہے اور وہ کھلے عام جرائم نہیں کر سکتے۔

اگر ہم دہشت گردی کا یہ مفہوم لیں کہ اس کا مقصد معصوم انسانوں کو خوفزدہ کرنا ہے تو ایسا ہرگز نہیں ہے اور یہ ایک منفی چیز ہوگی۔

اسلام میں عام اور معصوم انسانوں کو خوف زدہ کرنے یا انہیں تکلیف پہنچانے کی سختی سے ممانعت ہے۔

ذرا ماضی پر نظر دوڑائیں اور دیکھیں کہ آزادئ ہند کے متوالوں مثلاً بھگت کبیر اور سبھاش چندر بوس وغیرہ کو انگریزوں نے دہشت گرد اور اہل وطن نے محبِ وطن قرار دیا۔

امریکی انقلاب کے دوران برطانوی حکومت کے نزدیک بنجامن فرینکلن اور جارج واشنگٹن نمبر ون دہشت گرد تھے۔ لیکن دیکھئے بعد میں یہی جارج واشنگٹن امریکہ کا صدر منتخب ہوتا ہے اور اسے دنیا کا امن پسند انسان ہونے کا خطاب دیا جاتا ہے۔ تصور کیجئے! کل ایک شخص کو ایک نمبر کا دہشت گرد ٹھہرایا جا رہا ہے اور آج اسی شخص کو امن کا علمبردار قرار دیا جا رہا ہے۔ برطانیہ والے جسے دہشت گرد قرار دیتے ہیں چند برس بعد وہ ان کا مضبوط اتحادی ثابت ہوتا ہے۔ بدلتے وقت میں سارے نام و مقام بدل جاتے ہیں۔ لہٰذا تاریخی اور جغرافیائی پس منظر کے حوالے سے بھی بعض مقاصد کے حصول کیلئے بعض افراد پر دہشت گردی کا لیبل چپکا دیا جاتا ہے۔

جس کے پاس طاقت ہوتی ہے وہ جو چاہے کر گزرتا ہے۔ آج امریکہ کو دُنیا کی سپر پاور تصور کیا جا رہا ہے اور میڈیا اس کے ساتھ ہے لہٰذا امریکہ جس کی

طرف اشارہ کرتا ہے اس پر دہشت گردی کا لیبل چپکا دیا جاتا ہے۔

2001ء میں پرتھ میں مجھ سے اُسامہ بن لادن کے دہشت گرد ہونے یا نائن الیون میں ملوث ہونے کے حوالے سے سوال کیا گیا تھا اور میں نے بتایا تھا کہ میں اسے ذاتی طور پر جانتا نہیں ہوں اور عالمی میڈیا کی خبروں کے حوالے سے کچھ کہنا نہیں چاہتا تاہم اتنا ضرور جانتا ہوں کہ افغانستان اور عراق میں ہزاروں بے گناہ افراد کو وحشیانہ بمباری کا نشانہ بنایا گیا ہے اور جب جارج ڈبلیو بش سے اُسامہ بن لادن کے دہشت گرد ہونے کا ثبوت مانگا جاتا ہے تو وہ ٹونی بلیئر کو اور ٹونی بلیئر پرویز مشرف کو اشارہ کرتا ہے۔

اب ممالک کے درمیان مجرموں کے تبادلے کا قانون ہے۔ گزشتہ برسوں جب ندیم نامی شخص نے جو فلمی دُنیا سے وابستہ تھا قتل کا ارتکاب کر کے برطانیہ میں جا قیام کیا تو بھارتی حکومت نے اسے واپس طلب کیا تو برطانیہ نے ثبوت پیش کرنے کا مطالبہ کیا۔ انڈین پولیس وہاں گئی مگر جرم ثابت نہ کر پائی اور اسے ندیم کے وکیل کو بھی اس کی فیس اور دیگر اخراجات ادا کرنا پڑے۔

ہم بھوپال کے گیس کے المیے کو جانتے ہیں جس میں ہزاروں معصوم ہندوستانی مارے گئے تھے۔ اس میں ملوث شخص امریکہ میں جا کر بیٹھ جاتا ہے تو کیا انڈیا کو اسے واپس لانے کیلئے امریکہ پر حملہ کرنا چاہیے؟

اب یہاں ثابت کرنا پڑے گا کہ وہ مجرم ہے اور اسے واپس لانا ہوگا۔ لیکن کسی طور بھی ایک شخص کیلئے خواہ وہ مجرم بھی ہو ہزاروں بے گناہ انسانوں کا قتل روا نہیں ہے۔ اب ہزاروں خاندان برباد ہوئے، عورتیں بیوہ ہوئیں، بچے یتیم ہوئے اور جس کیلئے یہ ساری جنگ چھیڑی گئی تھی وہ وہاں سے بھاگ نکلنے میں

کامیاب ہو گیا۔

لیکن اگر ہم مان لیں کہ امریکہ اور افغانستان میں مجرموں کے تبادلے کا معاہدہ نہیں ہے۔ تب بھی ہزارہا انسانوں کا قتل کے کوئی جواز نہیں ہے اب یہاں سے ان کے حملے کا رُخ عراق کی جانب ہوتا ہے اور وہاں بھی یہی وحشیانہ کھیل کھیلا جاتا ہے۔ وہاں انہیں کچھ ہاتھ تو نہیں آتا لیکن وہ عراق پر قبضہ اور کنٹرول حاصل کر لیتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کا سبب کیا ہے؟

عراقی عوام اتنی تکلیف میں صدام کے دور میں نہیں تھے جتنی تکلیف اور مصیبت میں اب ہیں۔ اس میں مسلمان یا غیر مسلم کی کوئی تخصیص نہیں ہے اور میں صدام حسین کی حمایت نہیں کر رہا لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ صورتِ حال پہلے کی نسبت کئی گنا زیادہ خراب ہو گئی اور قتل و غارت اور تباہ کاری کا ایک نیا باب کھل گیا۔ مستورات کے ساتھ زیادتی کی شرح میں اضافہ ہوا اور اب اگر حالات کا جائزہ لیا جائے اور بغور و عمیق نگاہوں سے جانچا جائے تو اس کا ایک ہی سبب نظر آتا ہے اور وہ ہے ''تیل کے ذخائر'' اور اب یہ بات Open Secret ہے۔ لہٰذا دنیا میں ایک نمبر کا دہشت گرد جارج ڈبلیو بش ہے جس طرح کہ پہلے مہمانِ خصوصی بھی اظہار کر چکے ہیں۔ میں نے پہلے بھی ایک بار یہ بات کہی تھی اور اخبارات میں یہ خبر شہ سرخیوں سے شائع کی گئی تھی کہ ڈاکٹر ذاکر نائیک بنیاد پرست مسلمان ہے اور جارج بش کو دنیا کا نمبر ون دہشت گرد قرار دیتا ہے۔ اس وقت میرے علاوہ یہ بات کہنے والا کوئی نہیں تھا لیکن آج ہزاروں اہم شخصیات اس بات کا برملا اظہار اور اقرار کرتی ہیں کہ جارج ڈبلیو بش نمبر ون دہشت گرد ہے۔ اس کی ایک مثال ہمارے مہمانِ خصوصی ہیں اور مجھے اس بات کا قطعاً علم نہیں ہے کہ یہ بات انہوں نے پہلی

بار کہی ہے یا اس سے قبل بھی یہ بات کہہ چکے ہیں۔

وینزویلا کے صدر ہوگوشاویز (Hugo Chavez) نے بھی کہا کہ دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد خود جارج ڈبلیو بش ہے۔

بولیویا کے منتخب صدر ایوو مورالس (Evo Moralis) نے بھی یہی بات دہرائی کہ جارج ڈبلیو بش دہشت گرد ہے۔

امریکہ کے مشہور اداکار اور گلوکار ہیری (Harry Belafonte) نے بھی کہا ہے کہ دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد جارج ڈبلیو بش ہے۔

انگلینڈ کے ایم پی جارج گالوے (George Galloway) نے بھی جارج ڈبلیو بش کو دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد قرار دیا اور کہا کہ جارج بش اور ٹونی بلیئر کے ہاتھوں پر معصوم انسانوں کا خون لندن بم دھماکے میں جاں بحق ہونے والوں کی نسبت کہیں زیادہ ہے۔ اس نے کہا کہ اگر کوئی دہشت گرد ٹونی بلیئر کو خودکش حملے میں اس طرح مار ڈالے کہ اس دوران کسی اور معصوم جان کا نقصان نہ ہو تو اس خودکش حملہ آور کو سراہا جائے گا۔ یہ الفاظ ایم پی گالوے کے ہیں۔

مغربی بنگال کے وزیر اعلیٰ جیوتی بابو نے جب جارج بش انڈیا آیا تو کہا کہ جارج بش نمبر ون دہشت گرد ہے۔

اب ہر کوئی کہتا ہے کہ انڈین حکومت اس کے ساتھ ہے۔

کس لئے ؟؟

کیا اس سے دہشت گردی کا فن سیکھنے کیلئے !!!

حال ہی میں دو روز قبل، ایک آرٹیکل میں لکھا تھا کہ نوبل پرائز حاصل کرنے والی خاتون بیٹی ولیمز Betty Williams نے کہا:

"I would love to kill George Bush"

''میں جارج بش کو قتل کرنا پسند کروں گی''۔

البتہ میں اس سے اختلاف کروں گا۔

گزشتہ دنوں لندن میں دہشت گردی کے موضوع پر ایک مذاکرے کے دوران ایک نوجوان نے بآواز بلند صدائے تکبیر بلند کرتے ہوئے کہا:

اللہ اکبر!......بش مر جائے!

اس وقت ہال میں بہت سے غیر مسلم بھی موجود تھے۔

اب ذرا تاریخ کے جھروکوں میں جھانکئے۔

اس وقت دونوں عمر اسلام کے سب سے زیادہ مخالف اور سب سے بڑے دشمن بنے ہوئے تھے۔

اور نبی کریم ﷺ دعا فرماتے ہیں کہ یا اللہ ان دو ''عمر'' میں سے اگر ایک عمر بھی اسلام قبول کر لے تو یہ اسلام کیلئے زبردست معاون ثابت ہو گا۔

اور ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تھا اور وہ اسلام کی ایک زبردست قوت بن کر نمودار ہوئے تھے۔

اسی طرح میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور دعا کرتا ہوں کہ جارج بش کو ہدایت دے اور اسلام قبول کرنے کی توفیق دے۔ یا کم از کم جارج بش اور ٹونی بلیئر میں سے کسی ایک کو ضرور توفیق بخشے۔

اسلام کے خلاف بہت سے محاذ کھول دیئے گئے ہیں۔ اب میری مثال لیجئے کہ میں ہی لوگوں کو اسلام کی اچھائی کے بارے میں قائل کرتا ہوں۔ لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ کو کوئی مسئلہ ہے۔ الحمد للہ مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اب

میں اپنی وضع وقطع سے اس داڑھی اور ٹوپی کے ساتھ بعض افراد کو ایک مسخرہ لگتا ہوں۔ اب بعض اوقات مجھے بھی تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ذاکر نائیک کو کیا مسئلہ ہے جو وہ اسلام کا علمبردار بنا پھرتا ہے۔

نائن الیون سے دو روز قبل میں نیویارک میں تھا اور وہاں سے میں واپس چلا آیا لیکن اگر وہیں ہوتا تو شاید مجھے بھی مشتبوں میں دھر لیا جاتا۔ یہ اللہ کا شکر ہے کہ میں وہاں سے واپس چلا آیا۔ اس واقعہ کے وقت میں لندن میں تھا۔

2003ء میں میں ایک ایوارڈ کے حصول کیلئے لاس اینجلس گیا امیگریشن والوں نے میرا حلیہ بغور دیکھا اور مجھ سے دریافت کیا کہ میں کس مقصد سے آیا ہوں؟

میں نے بتایا کہ میں ایک ایوارڈ وصول کرنے آیا ہوں۔

کس چیز کا ایوارڈ؟ کیا کسی چیرٹی شو میں آئے ہیں؟

میں نے کہا کہ سچ بولنے کا ایوارڈ، ہمیں اسلام نے سچ بولنے کی تلقین کی ہے۔

اس کے بعد میں کسٹم والوں کے سامنے گیا اور سب کے سامنے کہا کہ میں اسلامی کانفرنس کیلئے آیا ہوں۔

اسلامی کانفرنس!!

انہوں نے دوبارہ چیکنگ شروع کر دی اور میرا بیگ کھنگالا، میری وڈیو کیسٹ دیکھیں۔

اور Terrorism and Jehad کے کور پر پسٹل کی تصویر تھی۔

کسٹم آفیسر نے پوچھا: کیا تم جہاد پر یقین رکھتے ہو؟

''بلاشبہ'' میں نے جواب دیا۔

میں جہاد پر یقین رکھتا ہوں بلکہ اس پر تو یہودی بھی یقین رکھتے ہیں۔ دیگر لوگ بھی اس پر یقین کرتے ہیں۔ جہاد کا مطلب کوشش ہے اور کوشش ہر کوئی کرتا ہے۔

''نو! نو! میرا مطلب ''لڑائی'' والے جہاد سے ہے۔'' آفیسر نے پوچھا۔

میں نے کہا: ''اگر تم بائبل پڑھتے ہو تو بک آف نمبرز کے باب 31 کی آیات 1 تا 19 میں ہے۔ اسی طرح ایکسوڈس کی کتاب کے باب نمبر 22 کی آیات 18 تا 20 میں لڑائی کا ذکر ہے۔

اسی کتاب کے باب 32 آیات 27 اور 28 میں بھی یہی مضمون ہے۔ گوسپل آف لوقا کے باب 22 اور آیت 36 میں ہے کہ ہتھیار اٹھاؤ اور لڑائی کرو۔

اس وقت تک وہاں آٹھ دس کسٹم آفیسر جمع ہو چکے تھے اور باری باری مجھے کہہ رہے تھے۔

''سر! کیا میں آپ سے ایک سوال پوچھ سکتا ہوں؟''

میں نے آسٹریلیا، انگلینڈ اور دیگر ممالک کا سفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مجھے کسی ملک میں کسی پابندی کا شکار نہیں ہونا پڑا اور نہ ہی مجھے کہیں سے ڈی پورٹ ہی کیا گیا ہے۔ میں الدعویٰ کا مشن لے کر نکلتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت میرے شاملِ حال رہتی ہے۔ مجھے مختلف ممالک میں بین الاقوامی مقررین اور سکالرز کے سامنے بولنے کا بھی موقع ملا ہے۔

میرے پیشِ نظر سورۃ آلِ عمران، سورۃ نمبر 3 کی آیت نمبر 64 رہتی ہے:

ترجمہ: ''آپ فرمائیے! اے اہلِ کتاب! ایسے کلمہ (بات) کی طرف

آؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے۔ یہ کہ صرف خدا کی عبادت
کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں اور ہم میں کوئی ایک
دوسرے کو رب نہ بنالے اللہ کے سوا۔ پھر اگر وہ نہ مانیں تو کہہ
دو تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں''۔

جب ہم ان باتوں کی طرف آجاتے ہیں جو ہمارے درمیان مشترک ہیں تو بہت سے مسائل از خود حل ہو جاتے ہیں۔

آج کی یہ گفتگو ایک ماہ قبل لندن میں ہونا تھی اور مجھے اس پر اظہارِ خیال کرنا تھا۔ جب میں لندن گیا تو 10 اگست کو ہیتھرو ایئر پورٹ پر اُترا جہاں مجھے اپنی بیوی کی کال موصول ہوئی اور اس نے مجھ سے پوچھا کہ ذاکر آپ کہاں ہیں مجھے سخت گھبراہٹ ہو رہی ہے، میں نے سنا ہے کہ بہت سے مسلمانوں کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔

میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے بتایا کہ میں خیریت سے ہوں اور اس وقت ہیتھرو کے ایئر پورٹ پر موجود ہوں۔

اگر چہ اس وقت تمام داڑھی اور ٹوپی والوں کو روک لیا گیا مگر اللہ کے فضل وکرم سے ہم وہاں سے بلا روک ٹوک چلے گئے۔ میں نے برمنگھم میں خطاب کیا اور اس سے اگلے دن ہم مختلف مقامات پر شوٹنگ کیلئے گئے۔

یہ شوٹنگ گن والی نہیں بلکہ کیمرے سے تھی اور ہم نے وہاں ویڈیو کیمرے سے ریکارڈنگ کی۔ ہم ڈیڑھ دو گھنٹے یہودیوں کے رہائشی علاقے میں بھی رہے اور اس کے بعد ہم چرچ میں گئے۔ اس سے فراغت کے بعد ہم کچھ کھانے پینے کیلئے گئے۔ اس وقت تک پولیس کو ہماری نقل وحرکت کی اطلاع ہو چکی تھی اور بعض افراد

ہمیں داڑھی اور ٹوپی کی وجہ سے دہشت گرد سمجھ رہے تھے۔ پولیس نے ہماری دستاویزات اور گرین کارڈ کی بدولت ہمیں ایک ہوٹل میں کھوج لیا۔

جب انہوں نے انکوائری شروع کی تو خوش قسمتی سے ایک معروف مسلمان سیاستدان آ گئے جو ہمیں اچھی طرح جانتے تھے۔

اس علاقے کے پولیس چیف نے کہا کہ کیا آپ ان دہشت گردوں کو جانتے ہیں؟

اس سیاستدان نے کہا: ''کیا انہی دہشت گردوں کی تمہیں تلاش تھی؟''۔

پولیس آفیسر نے کہا: ''ہاں ہاں انہی کی تلاش تھی''۔

''کیا آپ کو یاد نہیں دو روز قبل میں نے آپ کو ڈاکٹر ذاکر نائیک کی ڈی وی ڈی دی تھی؟''

''ہاں! ہاں! یاد آیا، اس شخص کی شکل بالکل اس سے ملتی ہے۔'' پولیس چیف نے جوش سے کہا۔

''شکل ہی نہیں ملتی یہ خود بھی ڈاکٹر ذاکر نائیک ہیں؟''

''کیا یہی ڈاکٹر ذاکر نائیک ہیں؟'' دوسرے پولیس چیف نے کہا۔

یوں وہ معاملہ ختم ہوا ورنہ ہماری جگہ کوئی اور ہوتا تو جانے کیا ہوتا۔

اب وہاں ہمیں داڑھی اور ٹوپی کی وجہ سے مشتبہ اور دہشت گرد سمجھ لیا گیا تھا۔ کسی نے سوچنے سمجھنے کی کوشش نہیں کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ وہ سیاستدان وہاں نہ آتے تو شاید آج میں آپ کے سامنے آ کر خطاب نہ کر رہا ہوتا۔

مسلمانوں کو ہمیشہ سچ بولنا چاہیے اور سچ بولتے ہوئے کسی سے خائف نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن اس میں حکمتِ عملی کا خیال بھی رکھنا چاہیے۔ قرآن پاک میں اللہ

تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"اپنے ربّ کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے"۔

(سورۃ النحل، سورۃ نمبر 16، آیت نمبر 125)

جب بھی ہم گفتگو کریں، دانشمندی اور فہم و فراست سے گفتگو کریں۔ دوسروں کی دل آزاری نہ کریں اور ان کے جذبات و احساسات کا خیال رکھیں۔

اب لوگ پوچھتے ہیں کہ آخر دہشت گردی کی حکمتِ عملی کس کی ہے اور اس کے پیچھے کون کارفرما ہے تو میں یہاں بڑے وثوق سے کہوں گا کہ یہ سیاستدانوں کا حربہ اور ہتھکنڈہ ہے۔

اب وہ سیاستدان یوکے کے ہوں یا امریکہ کے یا پھر ان کا تعلق انڈیا سے ہو دہشت گردی انہی کا ہتھیار اور انہی کی حکمتِ عملی ہے۔ یہ انہی کا شیوہ اور انہی کا وطیرہ ہے۔

اب اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ دہشت گردی کا باعث کیا ہے؟

دہشت گردی کے اسباب کیا ہیں؟

دہشت گردی کی وجوہات کیا ہیں؟

اگر دہشت گردی کو ختم کرنا ہے تو پہلے اس کی جڑوں کو تلاش کرنا ہوگا اور ان وجوہات کو جاننا ہوگا جن کی وجہ سے دہشت گردی جیسی خوفناک چیز سامنے آتی ہے۔

میں ایک میڈیکل ڈاکٹر ہوں اور علاج کیلئے صحیح تشخیص کو ضروری خیال کرتا ہوں اور اس کے بعد متعلقہ بیماری کے جراثیم کا خاتمہ کیا جاتا ہے۔ بیماری کو ختم

کرنے کیلیے جراثیم کا خاتمہ کیا جاتا ہے بیماری کا خاتمہ نہیں کر دیا جاتا۔

اب غور کریں کہ دہشت گردی کے اسباب کیا ہیں۔ اس ضمن میں ماہرین کہتے ہیں کہ:

"The Cause of Terrorism is INJUSTICE."

یعنی دہشت گردی کی بنیادی وجہ ناانصافی ہے۔

جب کچھ خاص لوگ ناانصافی کرتے ہیں خواہ وہ کسی بھی طبقے سے ہوں تو اس وقت دہشت گردی جنم لیتی ہے اور دہشت گردی کا یہی واحد سبب ہے۔ دہشت گردی کی یہ پہلی اور آخری وجہ ہے۔

جب ہم نائن الیون کے واقعات کا جائزہ لیتے ہیں جن میں دو جڑواں ٹاورز کو نشانہ بنایا گیا یا سات جولائی کو لندن بم دھماکوں کا جائزہ لیتے ہیں یا بھارت میں مختلف اوقات میں ہونے والی دہشت گردانہ کارروائیوں اور خودکش بم دھماکوں کا جائزہ لیتے ہیں یا افغانستان، عراق اور گجرات میں ہزاروں لوگ موت کے گھاٹ اُتار دیئے جاتے ہیں۔ بوسنیا میں لوگوں کو قتل کیا جاتا ہے یا فلسطین میں لوگ مارے جاتے ہیں۔ ان سب واقعات کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ ان سب کے پیچھے بڑی وجہ سیاستدان ہیں۔ لندن میں 21 نوجوانوں کو گرفتار کرلیا گیا اور میں حیران ہوں کہ اس کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ دوسری بات یہ کہ جس وقت ان نوجوانوں کو حراست میں لیا گیا اس وقت اسرائیل لبنان پر بم برسا رہا تھا۔ اب تو کیفیت ہے کہ لوگ اس طرح کی خبروں کا انتظار کرتے ہیں کہ کب کچھ ہوگا۔

اسرائیلی حملے میں ایک ہزار سے زائد لوگ مارے گئے تھے۔

اب ایک طرف تو اکیس (21) مسلم جوانوں کو محض بمبار ہونے کے شبے

میں گرفتار کرلیا گیا اور دوسری جانب ایک ہزار بے گناہ لوگ موت کی نیند سلا دیئے گئے۔

یہی صورت حال انڈیا میں ہے۔ کہیں کارگل کے ایشو پر اور کہیں دیگر معاملات پر پاکستان کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا جاتا ہے۔ اب دہشت گردی صرف سیاستدانوں کا حربہ ہے خواہ ان کا تعلق ہندوستان سے ہو، امریکہ سے ہو یا برطانیہ سے ہو۔ لہٰذا دہشت گردی کی سب سے بڑی وجہ سیاستدان ہیں۔

ذرا ماضی پر نظر دوڑائیں جب انگریزوں نے Divide and Rule یعنی تقسیم کرو اور حکومت کرو کی پالیسی اپنائی اور لوگوں کو باہم الجھا کر خود ایک جانب ہوگئے۔ کچھ عرصہ قبل ہم نے ان سے آزادی تو حاصل کرلی۔ وہ ہمارا ملک تو چھوڑ گئے مگر ہماری بدقسمتی کہ وہ اپنی یہ پالیسی یہیں چھوڑ گئے اور اسے ہمارے سیاستدانوں نے اپنالیا۔ انہوں نے اس پالیسی کو اپنے ووٹ بینک کیلئے استعمال کرنا شروع کردیا۔

اب دنیا میں وہ ملک جس میں سب سے زیادہ شورش اور انتشار کے واقعات پیش آتے ہیں وہ انڈیا ہے۔ کوئی ایک ہفتہ بھی سکون سے نہیں گذرتا۔ یہاں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں اور ان میں انتشار پیدا کرنے والے صرف اور صرف سیاستدان ہیں۔

وہ دہشت گردی سے ووٹ بینک کے علاوہ طاقت اور روپیہ بھی حاصل کرتے ہیں۔ میں تقابلِ ادیان کا طالب علم ہوں اور یہ میرا موضوع ہے میں نے تجزیہ کیا ہے کہ عام ہندو اور عام مسلمان ایک ساتھ مل کر رہنا چاہتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے خوش رہتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ خوشگوار اور دوستانہ مراسم

قائم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ باہم امن و امان سے اور ایک معاشرے کی طرح رہنا پسند کرتے ہیں۔ اب کہا جاتا ہے کہ ان میں اختلافات ہیں لیکن لوگ ایسا خیال نہیں کرتے، سیاستدان ان اختلافات کو نمایاں کرتے ہیں اور ایسے محرکات پیدا کرتے ہیں جو امن کی فضا کو تباہ کرتے ہیں اور اس طرح ان سیاستدانوں کا ووٹ بینک بھر جاتا ہے۔

سیاستدان عوام میں نفرت کی فضا پیدا کرتے ہیں۔

**Politicians engineer hatred among different Religions to fill their vote bank.**

اب جتنے بھی فسادات نمودار ہو رہے ہیں ان کی بالواسطہ یا بلاواسطہ وجہ صرف اور صرف سیاستدان ہیں۔ چند برس پہلے بابری مسجد اور رام جنم بھومی کے مسئلے پر سیاستدانوں نے اپنی سیاست چمکانے کی کوشش کی اور اس کیلئے لوگوں کے جذبات کو بھڑکایا۔ اب مجھے نہیں علم کہ کتنے ہندو اور کتنے مسلمان بابری مسجد اور رام جنم بھومی کے مسئلے سے آگاہ تھے۔ نیز تقسیم سے پہلے جب وہ اکٹھے رہ رہے تھے تو اس وقت تو کبھی بھی ان میں اس طرح کا تنازعہ کھڑا نہیں ہوا۔

عام ہندو جنہیں اس بات کی خبر تک نہیں تھی سیاستدانوں کے ساتھ کھڑے تھے۔ 6 دسمبر 1992ء کو جب یہاں لوگوں کا اجتماع ہونے لگا تو سپریم کورٹ نے اس متنازعہ علاقے میں کسی قسم کے اجتماع پر پابندی عائد کر دی۔ لیکن ہندو اور مسلم سیاستدان اس کے باوجود وہاں اجتماعات کی پشت پناہی کر رہے تھے اور سپریم کورٹ کے فیصلے کو سراسر نظر انداز کر دیا گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سیاستدان جانتے تھے کہ اگر آج انہوں نے عدالتِ عظمیٰ کی تائید کی تو ان کا ووٹ بینک بری طرح

متاثر ہوگا اس لئے ان سیاستدانوں نے بھی اس میں حصہ لیا جو اس وقت برسرِ اقتدار تھے۔

ہزاروں ہندو جمع ہوئے اور کہا گیا کہ یہ لوگ اچانک پراسرار طریقے سے جمع ہو گئے اور پھر انہوں نے اچانک بے خبری میں بابری مسجد کو تباہ کر دیا۔ انتظامیہ ان کے سامنے بے بس ہوگئی۔ میڈیا یہ سب کچھ لائیو دکھا رہا تھا۔ یہ سب کچھ طے شدہ پروگرام کے مطابق ہوا تھا ورنہ سب جانتے ہیں کہ مشتعل ہجوم کو لاٹھی بردار سپاہیوں کا دستہ نہیں روک سکتا بلکہ اس کیلئے آنسو گیس وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

نیز مشتعل اور بے ہنگم ہجوم اس عمارت کو نہیں گرا سکتا تھا اس لئے وہاں پہلے سے دھماکہ خیز مواد نصب کر دیا گیا جس کی وجہ سے پوری عمارت آناً فاناً زمین بوس ہوگئی ورنہ ہجوم اسے گرا نہیں سکتا تھا۔ ممکن ہے یہ واقعہ جارج بش نے بھی دیکھا ہو اور اس نے گیارہ ستمبر کیلئے پہلے سے ان عمارات میں اس طرح کا مواد نصب کروا دیا ہو۔ اب وقت مجھے اس کی اجازت نہیں دیتا کہ میں اس پر تفصیل سے بات کروں۔ لیکن اگر نائن الیون کے واقعات کو دیکھا جائے تو کافی حد تک سمجھ آجاتی ہے۔

بابری مسجد کے سانحہ میں تقسیم کے بعد سب سے بڑے فسادات ہوئے جس میں ہزاروں معصوم لوگوں کی جانیں گئیں اور یہ سب کے سب مسلمان تھے۔

اب اس کیلئے موردِ الزام کس کو ٹھہرایا جائے؟

ان عام ہندوؤں کو جنہیں سیاستدانوں نے لڑنے کیلئے اُکسایا یا ان سیاستدانوں کو جنہوں نے اس سارے خونی کھیل کے تانے بانے بُنے؟

معصوم لوگوں کے جذبات کو بھڑکایا گیا اور انہیں اس طرح کی کارروائی پر

مجبور کر دیا گیا۔ ہم جانتے ہیں کہ بمبئی میں اتنے لوگ تقسیم کے وقت کے خونیں فسادات میں نہیں مارے گئے تھے جتنے دسمبر اور جنوری کے فسادات میں مارے گئے۔

اس وقت پولیس اور ریزرو دستے خاموش تماشائی بنے رہے اگر وہ متحرک ہو جاتے تو یہ سب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ پولیس، سیاستدانوں کے زیرِ اثر ہوتی ہے اور جب وہ اشارہ کرتے ہیں تو پولیس کو خاموش رہنا پڑتا ہے۔ اسی طرح اکثریت ان واقعات سے غیر جانبدار رہی مگر کچھ مخصوص افراد کو ان بہیمانہ کارروائیوں کیلئے چنا گیا۔ لہٰذا ان واقعات کا الزام بھی سیاستدانوں کے سر ہی جاتا ہے۔

اس کے بعد گورنمنٹ نے اقلیت پر ہونے والے اس ظلم کی تحقیق کیلئے ایک کمیشن تشکیل دیا اور اس کا سربراہ جسٹس شری کرشنا کو مقرر کیا گیا اور یہ سنگل جج کمیشن تھا جسے 92 اور 93 کے فسادات کا جائزہ لے کر رپورٹ پیش کرنے کا حکم دیا گیا۔

ہم جانتے ہیں کہ شری کرشنا ایک ہندو ہے لیکن اس وقت وہ ایک اعلیٰ اور دیانت دار جج تھے جیسا کہ مسٹر ہاسبٹ سریش ہیں۔

شری کرشنا نے مختلف لوگوں سے ملاقات کی بیس سے زائد پولیس تھانوں کا دورہ کیا اور واقعات کا تجزیہ کیا۔ شکار ہونے والوں سے بھی بات کی اور اس کے بعد بڑے جامع انداز میں اپنی رپورٹ پیش کی اور یہ بھی تجویز پیش کی کہ فسادات کو کیسے روکا جا سکتا ہے۔

اس رپورٹ کو عام نہ کیا گیا کیونکہ اس وقت تک یہ واقعات حکومت کیلئے بھولی بسری بات ہو چکی تھی۔ نیز اقلیتی طبقے کی جانب سے کوئی کمیشن مقرر نہ کیا گیا۔

پھر اگر اس رپورٹ کے مندرجات سامنے آجاتے تو اس وقت برسرِ اقتدار سیاستدانوں کا ووٹ بینک متاثر ہوسکتا تھا۔ اب یہ حقیقت ہے کہ مسلمان انڈیا کے عدالتی نظام پر یقین رکھتے ہیں۔ پولیس، سیاستدان اور دیگر اداروں سے انہیں شکایت ہوسکتی ہے لیکن میں یہ دعوے سے کہتا ہوں کہ وہ عدالتی نظام پر یقین رکھتے ہیں اور ان فسادات میں متاثر ہونے والوں کو انصاف کی امید تھی۔

اگر پولیس انہیں دھوکا دیتی ہے۔

سیاستدان ان کے اعتماد کو ٹھیس پہنچاتے ہیں تو ان کا صرف اور صرف عدلیہ پر اعتماد ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ جن بے گناہ لوگوں کو گرفتار کیا گیا تھا بالآخر ان سب کو رہا کر دیا گیا۔

لیکن جو نقصان انہیں پہنچ چکا تھا اس کا ازالہ کبھی نہ ہوسکا۔

اس کے بعد صرف دو ماہ بعد 12 مارچ 1993ء کو بمبئی میں مسلسل تیرہ بم دھماکے ہوئے جن میں اڑھائی سو سے زائد بے گناہ شہری مارے گئے اور 700 سے زائد افراد زخمی ہوئے۔ شری کرشنا نے ان واقعات کو منصوبہ بندی کے تحت قرار نہیں دیا لیکن زیادہ تر لوگوں کا کہنا تھا کہ یہ مسلمانوں کی زیرِ زمین تنظیموں کا انتقام ہے جو انہوں نے بمبئی کے فسادات میں ایک ہزار سے زائد مسلمانوں کی موت کا بدلہ لینے کیلئے کیا تھا۔ پولیس کمشنر نے بھی اس بات کا اعتراف کیا کہ یہ بمبئی کے فسادات کا ردِعمل تھا۔

ہم یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ دسمبر 92 اور پھر جنوری 93 کے فسادات کے بعد مسلمانوں کیلئے گلیوں میں چلنا پھرنا بھی ناممکن ہوکر رہ گیا تھا۔ ان کیلئے ٹرین یا بس میں سفر دشوار ہو چکا تھا اور ان کی نقل و حرکت بھی ناممکن ہوکر رہ گئی

تھی۔ نیز وہ غیر مسلموں کے علاقے میں تو قطعی طور پر نہیں جا سکتے تھے اور یہ ان کیلئے کسی طور بھی ممکن نہیں تھا۔

12 مارچ 1993ء کے فوراً بعد بم دھماکے ہوئے اور پوری فضا ایک بار پھر تبدیل ہو کر رہ گئی۔ اسلام میں معصوم افراد کی جان لینے کی سختی سے ممانعت ہے اور جو مسلمان کہلاتے ہیں وہ ہرگز ایسا قدم نہیں اٹھا سکتے جس میں بے گناہ انسانوں کی جانوں کے ضیاع کا احتمال ہو۔ اسلام اس عمل کی سختی سے ممانعت اور مذمت کرتا ہے اور مسلمان دوسروں کے نقصان پر خوش نہیں ہوتے۔ اب یہ بم دھماکے جس نے بھی کئے ہوں اسلام اس کی مذمت کرتا ہے۔ اگرچہ مسلمان اندرونی طور پر ان واقعات سے خوشی محسوس کرتے ہوں کہ ان کا انتقام پورا ہو گیا ہے لیکن مسلمان کسی طور بھی ایسے مذموم کاموں کے بارے میں نہیں سوچ سکتے اور ایک ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کو بھی اس بات کا شعور ہے کہ یہ چیز اسلام میں حرام اور ناپسندیدہ ہے۔ نیز مسلمان غلط ذرائع اختیار کر کے کوئی مستحسن چیز حاصل نہیں کر سکتے اور وہ جانتے ہیں کہ غلط ذرائع اختیار کر کے کوئی جائز مقصد حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔

Islam doesn't permit to use a wrong method to reach a right goal.

ہم یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ بے گناہ مسلمانوں کا قتلِ عام کیا گیا تھا لیکن اس کے باوجود ہم کسی بھی معصوم انسان کے قتل کی خواہ وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتا ہوں تائید نہیں کر سکتے اور دہشت گردی کی ہر قسم کی مذمت اور مخالفت کرتے ہیں۔

اب ان 250 مقتول افراد کے اہلِ خاندان کے بارے میں سوچئے کہ

اگر انہیں علم ہوتا ہے کہ یہ بہیمانہ کارروائی مسلمانوں نے کی ہے تو ان کے تاثرات کیا ہوں گے؟

ان کا ردِ عمل کیا ہوگا؟؟

اور وہ خود کس راہ پہ چل نکلیں گے؟؟؟

ممکن ہے وہ فساد پر اُتر آئیں۔ ممکن ہے وہ اسلام کے شدید دشمن بن جائیں۔

اسلام دہشت گردی کی کسی بھی طرح تائید نہیں کرتا اور اس کی ہر قسم کی سختی سے ممانعت اور مذمت کرتا ہے۔ اسلام کسی ایک انسان کے قتل کی بھی اجازت نہیں دیتا۔

جب ہم ان واقعات کے تناظر میں دیکھتے ہیں تو ہمیں پتہ چل جاتا ہے کہ اس کیلئے کس کو موردِ الزام ٹھہرایا جانا چاہیے اور اس کے ذمہ دار کون لوگ ہیں۔

حالات و واقعات کے مشاہدے سے پانچ لوگ یا اِدارے اس کے ذمہ دار ہیں۔

۱۔ حزبِ اختلاف میں بیٹھے ہوئے سیاستدان ہوتے ہیں۔ اگر انہوں نے بابری مسجد اور رام جنم بھومی کو سیاسی مقاصد کیلئے استعمال نہ کیا ہوتا تو یہ حالات و واقعات پیش نہ آتے۔

۲۔ وہ سیاستدان جو حزبِ اقتدار میں تھے ان کے پاس پولیس تھی۔ فوج تھی اور دیگر ادارے تھے۔ وہ اس اجتماع کو روک سکتے تھے اور اس کیلئے طاقت بھی استعمال کر سکتے تھے مگر وہ اس خوف سے چپکے بیٹھے رہے کہ اس طرح ان کا ووٹ بینک متاثر ہوگا اور ان کا اقتدار خطرے میں پڑ جائے گا۔ اس

لئے ان واقعات کی ذمہ داری ان پر بھی عائد ہوتی ہے۔

۳۔ تیسرے نمبر پر وہ لوگ جنہیں اقلیت کے خلاف اشتعال دلایا گیا اور وہ مشتعل ہو کر ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کے قتل کے مرتکب ہوئے اس کے ذمے دار ہیں۔ اگرچہ یہ لوگ بھی بے گناہ تھے لیکن سیاستدانوں کے آلہ کار بن کر انھوں نے فسادات کی آگ کو بھڑکایا۔

۴۔ ان فسادات کی چوتھی ذمہ دار پولیس ہے۔ پولیس ایک تربیت یافتہ ادارہ ہے اور اگر وہ چاہے تو لوگ گھروں سے نکل کر سڑکوں پر نہیں آسکتے۔ ان کے پاس ایسے ذرائع اور وسائل ہوتے ہیں جن سے وہ شاہراؤں اور گلیوں کو بند کر سکتے ہیں۔ کسی بھی ترقی یافتہ شہر اور خصوصاً بمبئی پولیس کیلئے ان فسادات کو روکنا بہت آسان تھا۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ وہ خوف زدہ تھے اگرچہ ان میں سے چند ایک ہی ہوں گے جنہوں نے اس دوران مثبت کردار ادا کیا لیکن اکثریت سیاستدانوں سے خائف تھی اور انہیں اپنی نوکریوں کی فکر تھی۔ لہٰذا چوتھے نمبر پر جن لوگوں پر ہم ان فسادات کی ذمہ داری کا الزام عائد کر سکتے ہیں وہ پولیس ہے۔

۵۔ پانچویں اور آخری نمبر پر وہ لوگ اس کے ذمہ دار ہیں اور ان کے جرم کی سنگینی بھی کم نہیں ہے جنہوں نے یہ بم دھماکے کیے۔

ہم یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ پولیس بم دھماکے نہیں روک سکتی لیکن یہ بھی مانتے ہیں کہ وہ عام لوگوں کے فسادات کو روکنے کی اہلیت اور صلاحیت رکھتی ہے اور اسے اسی کی تربیت دی جاتی ہے۔ عام شہری ایک منظم اور تربیت یافتہ پولیس فورس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ لیکن ان پولیس والوں کی ایک بڑی تعداد کو سیاستدانوں نے

خاموش تماشائی بننے پر مجبور کر دیا۔

میں ایک بار پھر یہی بات دہرانا چاہوں گا کہ اگر آپ دہشت گردی کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو اس کی بنیادی وجوہات تلاش کر کے اس کے بنیادی اسباب کا خاتمہ کر دیں۔ دہشت گردی ختم ہو جائے گی۔

آپ معاشرے سے ناانصافی کا خاتمہ کر دیں۔

لوگوں کو انصاف فراہم کریں۔

استحصال کی ہر صورت کا خاتمہ کر دیں۔

دہشت گردی خود بخود ختم ہو جائے گی۔

اس وقت انڈیا میں دہشت گردی کے واقعات کی شرح میں اضافہ ہو چکا ہے لیکن جب بھی جائزہ لیا جاتا ہے تو وہی اسباب، وہی محرکات نظر آتے ہیں اور ان واقعات کے ذمہ دار بھی وہی لوگ اور وہی گروپ ہوتے ہیں۔

گجرات میں فسادات کا سلسلہ اس وقت شروع ہوا جب 26 فروری 2002ء میں گودھرا میں ''سبراتی کوچ'' کو نذرِ آتش کیا گیا۔ اس ٹرین کی آتشزدگی میں 59 لوگوں کی جانیں گئیں۔ تحقیقات سے پتہ چلا کہ یہ آتشزدگی ٹرین کے باہر سے نہیں بلکہ اندر سے ہوئی اور اس وقت یہ بات ''اوپن سیکرٹ'' ہے۔

اسی طرح بابری مسجد میں اندر سے دھماکا ہوا۔

نائن الیون میں بھی یہی کچھ ہوا۔

ان تمام واقعات میں اگر کسی پر الزام دھرا جا سکتا ہے تو وہ سیاستدان ہیں۔

27 فروری 2002ء کو باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت گجرات میں مسلمانوں کا قتلِ عام شروع ہو گیا اور یہ کوئی فوری اشتعال یا وقتی اُبال کا نتیجہ نہیں تھا

بلکہ یہ سب کچھ ایک طے شدہ حکمتِ عملی کے تحت ہو رہا تھا اور گجرات کے معصوم شہریوں کو مشتعل کیا گیا تھا۔ اس اشتعال کے نتیجے میں ہزاروں جانیں تلف ہوئیں اور یہ اشتعال باقاعدہ منصوبے کے تحت دلایا گیا تھا۔

اس میں بہت سے افراد نے پیسے لے کر کرائے کے قاتلوں کا کردار ادا کیا تھا اور چند روپوں کے عوض بے گناہ انسانوں کی جانیں لی تھیں۔

اس بات کے واضح ثبوت اور شواہد موجود ہیں کہ قتل و غارت کیلئے باقاعدہ رقم خرچ کی گئی تھی۔

گجرات کی انتظامیہ کے بیان کے مطابق 793 مسلمان مارے گئے تھے اور 253 ہندو مارے گئے تھے۔ لیکن ہیومن رائٹس آرگنائزیشن کے بیان کے مطابق 2000 سے 2500 لوگ مارے گئے تھے اور یہ سب کے سب مسلمان تھے۔ ایک اور رپورٹ کے مطابق 5000 مسلمان ان فسادات میں بے رحمی سے ذبح کر دیئے گئے تھے۔

ہزاروں مسلم خواتین کی عصمت دری کی گئی۔

ہزاروں مسلمانوں کو اپنے گھروں سے نکل جانے پر مجبور کر دیا گیا۔

اس کے بعد مسلمانوں کے گھروں کو لوٹ کر آگ لگا دی گئی اور انہیں راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا گیا۔

ہزاروں مسلمانوں کی دکانات کو لوٹ کر جلا دیا گیا اور ہزاروں مسلمان اپنے کاروبار، ذریعہ معاش اور ملازمت سے محروم ہو گئے۔ اس طرح مسلمانوں کو بُری طرح تباہ و برباد کر دیا گیا۔ گجرات میں مارے جانے والے افراد کی تعداد نائن الیون میں مارے جانے والوں سے کہیں زیادہ تھی۔

اس کے باوجود جارج بش گجرات کے فسادات میں ملوث افراد کو دہشت گرد ماننے پر تیار نہیں۔ یہ ان کی اپنی حکمتِ عملی ہے۔ لیکن اس وقت جو شواہد دستاویزات، تحریروں، وڈیو کیسٹ اور آڈیوز کی شکل میں موجود ہیں ان کا وزن بلا مبالغہ ٹنوں میں ہے۔ اس قدر تحریری ثبوتوں، اخباروں، رسائل، فیچر، رپورٹس وغیرہ کے باوجود آج تک ان واقعات کے ذمہ دار افراد کے خلاف کسی قسم کی کارروائی نہیں کی گئی۔

حتیٰ کہ گجرات کا عدالتی نظام، میں معذرت کے ساتھ کہوں گا کہ بُری طرح ناکام ہوا اور میرا خیال ہے کہ ان پر سیاسی دباؤ تھا جس نے میزانِ انصاف کے پلڑوں کو لڑکھڑا دیا تھا یہاں تک کہ انڈیا کی سپریم کورٹ کو گجرات کی ہائی کورٹ کے خلاف ریمارکس پاس کرنا پڑے۔ یہاں یہ اقدام قابلِ تعریف ہے کہ اس بات کا کہیں تو کوئی نوٹس لیا گیا۔

سپریم کورٹ نے گجرات ہائی کورٹ کے روّیے پر تنقید کی اور اسے مجرمانہ غفلت قرار دیا۔

اس بات سے اعراض نہیں کیا جاسکتا کہ عدلیہ پر سیاستدانوں کا اثر تھا اور دو ماہ بعد اکشادم ٹیمپل کا معاملہ پیش آتا ہے جس کے دوران دو لوگوں کو گرفتار کیا گیا اور انہیں قتل کر کے مسلمان قرار دیتے ہوئے اعلان کیا گیا کہ انہوں نے مندر میں بہت سے ہندوؤں کو قتل کر کے مسلمانوں کا بدلہ لینے کی کوشش کی تھی۔

اب وہ لوگ جو اس واقعہ کے ذمہ دار تھے ان کے پاس اپنی اس کارروائی کیلئے جواز ہوسکتا ہے۔ وہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کے بہت سے عزیز فسادات میں مار دیئے گئے تھے۔

ان کی مستورات کی ان کی آنکھوں کے سامنے عزت لوٹی گئی تھی۔

ان کی ماؤں بہنوں کی بے حرمتی کی گئی تھی اور ان کی املاک کو نقصان پہنچایا گیا تھا۔ وہ اپنی اس کارروائی کی تائید میں جواز اور تاویلیں پیش کر سکتے ہیں لیکن اسلام کسی صورت میں بھی ان کی تائید نہیں کرتا۔ اسلام کسی انسان کے قتل کی اجازت نہیں دیتا۔ نیز اسلام کے پاس انصاف کا پورا نظام ہے۔ تحقیق و تفتیش کا معیار ہے۔ گواہوں کا تعین ہے اور شک کی گنجائش ہے۔ اس لئے اگر ایک شخص مجرم ہو بھی تو اسے سزا دینا قاضی کا کام ہے کسی عام مسلمان کو قانون ہاتھ میں لے کر اپنے طور پر فیصلے کرنے یا سزا دینے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ اس لئے اسلام اس طرح کے واقعات کی قطعی اجازت نہیں دیتا اور اگر کوئی اپنے طور پر ایسا کرتا ہے تو اس کی مذمت کرتا ہے تائید نہیں کرتا۔

لوگ اپنے ذاتی نقصانات کی بنا پر اکثر قانون ہاتھ میں لے بیٹھتے ہیں۔ پڑوسی اپنے پڑوسی کے درپے ہو جاتا ہے۔ اب اگر مان لیا جائے کہ ان مسلمانوں نے سینکڑوں معصوم لوگوں کی جانیں لی تھیں تو اسلام انہیں مجرم قرار دیتا ہے اور کسی طور بھی ان کی تائید نہیں کرتا کیونکہ انہوں نے جو کچھ بھی کیا اسلام کی تعلیمات کے خلاف کیا اور اسلام اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتا اور نہ قرآن یا حدیث میں ایسی ایک بھی چیز ملتی ہے جس کی بنا پر کسی بے گناہ کے قتل کی اجازت ملتی ہو۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ اسلام دشمن ہیں اور مسلمانیت پر ایک داغ ہیں۔

یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے یہاں معصوم مسلمانوں کو مار دیا گیا اور وہاں مغرب میں بے گناہ ہندو مارے گئے۔ اسلام کسی بھی بے گناہ کے قتل کی اجازت نہیں دیتا بلکہ مجرم یا گنہگار کو بھی از خود اور بلا تحقیق سزا دینے کی سختی سے ممانعت کرتا

ہے۔

اب اگر کوئی مجرم ثابت ہو جاتا ہے تو اُسے اس کے جرم کی نوعیت کے مطابق سزادی جاتی ہے۔

اسے معاف کیا جاسکتا ہے۔

اسے تنبیہہ دے کر کے چھوڑا جاسکتا ہے۔

اسے جرمانہ کیا جاسکتا ہے

اور۔۔۔۔اسے اس کے جرم کے مطابق سزادی جاسکتی ہے۔

اس کیلئے اسلام کے پاس تحقیق وانصاف کا پورانظام ہے اور شک کی بنا پر کسی کو چھوڑا تو جاسکتا ہے لیکن شک کی بنا پر کسی کو سزا نہیں دی جاسکتی۔

11 جولائی 2006ء کو بمبئی میں ٹرینوں میں بم دھماکوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ گیارہ منٹ کے قلیل دورانئے میں سات بم دھماکے کئے گئے جن میں 200 سے زائد معصوم اور بے گناہ انسان ناحق مارے گئے۔ 800 سے زائد شدید زخمی ہوئے اور کئی ایک معذور ہو کر رہ گئے۔

پولیس اور قانون نافذ کرنے والے دیگر اداروں نے بھی اسے گجرات میں مارے جانے والے مسلمانوں کی موت کا انتقام اور ردِ عمل قرار دیا۔

قانون نافذ کرنے والے اداروں نے اس کا الزام لشکرِ طیبہ پر ڈال دیا۔

اگر حالات کا بغور جائزہ لیا جائے اور ان واقعات کا تجزیہ کیا جائے تو پھر ذمہ داری انہی سیاستدانوں پر عائد ہوتی ہے اور کڑیاں وہیں جاملتی ہیں جنہوں نے سبراتی کوچ میں آگ لگا کر پورے ملک اور اس کے عوام کو شعلوں میں دھکیل دیا۔

اس کے بعد مرکزی حکومت کے وہ سیاستدان اس کے ذمہ دار ہیں جوان

واقعات کے مرتکبین کو روک سکتے تھے یا بعد میں ان کا مواخذہ کر سکتے تھے مگر وہ خاموش رہے اور ان کی یہ خاموشی ان کی مجرمانہ غفلت ثابت ہوئی۔

تیسرے نمبر پر گجرات کے وہ شہری اس کے ذمہ دار ہیں جو سیاسی نعروں سے جوش و جذبات میں آ کر عقل و حواس کھو بیٹھے اور انہوں نے جذبات میں اندھے ہو کر بہیمانہ قتل و غارت کا ایک خونیں باب رقم کر دیا اور مسلم خواتین کی عزتیں پامال کر کے تمام مسلمانوں کے جذبات کو دھچکا پہنچایا۔

چوتھے نمبر پر پھر گجرات کی پولیس ہے جو ان فسادات کے دوران خاموش تماشائی بنی رہی اور ان کی آنکھوں کے سامنے موت کا وحشیانہ رقص ہوتا رہا، خون کی ہولی کھیلی جاتی رہی مگر وہ اپنے پاؤں سے سیاسی بیڑیوں کو نہ نکال سکے۔

گجرات کے مسلم کُش فسادات میں پولیس کی نگرانی میں قتلِ عام جاری رہا۔ ٹھیک ہے کہ شہریوں کو اُکسا کر اور ورغلا کر استعمال کیا گیا لیکن ان کی عدلیہ بھی تو خاموش رہ کر مجرم بنتی ہے۔ میں دوبارہ پھر یہی بات دہراؤں گا کہ ان دہشت گردوں نے جنہوں نے ہندوؤں کا قتل کیا اسلام ان کی کسی طور تائید نہیں کرتا بلکہ ہر بے گناہ انسان کی حمایت کرتا ہے خواہ اس کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو۔

اب ایک مجرم خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان سزا کا مستحق ہے اور اس کیلئے باقاعدہ ثبوت ہونے چاہئیں اور اس طرح کا نظام پوری دنیا میں رائج ہے۔ لیکن یہ کہاں کا انصاف ہے کہ چند مجرموں کی خاطر پوری قوم کو موردِ الزام ٹھہرا کر انہیں سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا جائے۔ اس واقعہ کے بعد بھی ہزاروں مسلمانوں کو گرفتار کیا گیا۔ بعض گرفتار شدگان کے اہل خاندان کو اس کی خبر تک بھی نہیں تھی۔ اس دوران بہت سے لوگوں کو ماورائے عدالت قتل کر دیا گیا۔

بہت سے گرفتار شدگان کی آج تک خبر بھی نہیں مل سکی۔ ان میں سے کچھ کو سرکاری طور پر گرفتار کیا گیا اور بعض کو یونہی اٹھالیا گیا۔ گھروں میں گھس کر خاندان کے خاندان گرفتار کئے گئے اور ان لوگوں کے ساتھ برا سلوک کیا گیا۔ اب میں یہ بات دوٹوک انداز میں کہنا چاہوں گا کہ ان سینکڑوں گرفتار مسلمانوں میں سے کسی ایک کا تعلق بھی ان بم دھماکوں سے نہیں تھا۔

اب اگر کوئی ثبوت کے ساتھ کارروائی کر کے کسی مسلمان کو گرفتار کرتا ہے تو اس پر اعتراض نہیں لیکن ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کو بلاثبوت گرفتار کرنے کا کوئی جواز ہے۔

300 مسلمانوں کو تفتیش کیلئے لے جایا گیا اب یہ بات آپ جانتے ہیں کہ اس طرح کی تفتیش کیلئے چند لوگ ہی کافی ہوتے ہیں سینکڑوں لوگوں کو ہراساں کرنا بے معنی ہے۔ اب ان لوگوں سے جنہیں تھانے میں جمع کرلیا گیا تھا تفتیش کرنے کیلئے کتنے لوگ تھے؟

دس؟ بیس؟ پچاس؟ یا سو؟

اتنے ہی ہوں گے اور اب ان لوگوں سے نام و مقام اور ٹیلی فون نمبر لے کرانہیں چھوڑ دیا گیا۔

اب اس سے کیا حاصل کرنا مقصود ہے؟ میں پولیس سے درخواست کروں گا کہ اسے مسلمانوں کو اعتماد میں لینا چاہیے۔

ان بم دھماکوں کے بعد ایک سیمینار میں جس کا موضوع اس سے مختلف تھا اور جس کا اہتمام غیر مسلم کمیونٹی نے کیا تھا۔

اس میں دو سینئر پولیس آفیسرز کو بھی مدعو کیا گیا تھا تا کہ بمبئی کے واقعات

کے بارے میں ان کا نقطۂ نظر معلوم کیا جا سکے۔ ان میں سے ایک نے آ کر پاکستان کے مدارس کو موردِ الزام اور ان واقعات کا ذمہ دار ٹھہرایا۔

دوسرے نے بھارتی مدارس پر نزلہ گرایا۔ اب یہ بات کہنا کہ انڈیا کے مدارس کسی قسم کی دہشت گردی میں ملوث ہیں ایک سفید جھوٹ سے زیادہ کچھ نہیں۔

میں نے اس آفیسر سے پوچھا کہ کیا آپ مجھے کسی ایک ہی ہندوستانی مدرسے کا نام بتا سکتے ہیں جس کے بارے میں آپ کے پاس ثبوت موجود ہوں کہ وہ دہشت گردی میں ملوث ہے؟

مذکورہ پولیس آفیسر نے اعتراف کیا کہ اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں۔

اب سوچیں ایک سینئر آفیسر غیر مسلموں کو کیا بیان دے رہا ہے اور اس کا پیغام کیا ہے؟ یا وہ لوگوں کو کیا پیغام دینا چاہتا ہے۔

ایک سینئر آفیسر کا اس طرح کا بیان نہایت غیر ذمہ دارانہ ہے اور اس سے ان کا کیا مقصد ہے اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔ میں انڈیا کے کم و بیش تمام دینی مدارس کو جانتا ہوں۔

اگر آپ کہیں کہ یہ مدرسے جدید انداز میں کام کر رہے ہیں۔

میں اس کی تصدیق کروں گا۔

آپ کہیں گے یہ انگلش میں تعلیم بھی دیتے ہیں۔

میں آپ کی تائید کروں گا۔

آپ کہیں گے کہ ان کے پاس جدید آلات، کمپیوٹر اور برقی آلات ہیں۔

میں اسے بھی مان لوں گا۔

لیکن اگر آپ یہ کہیں کہ ان میں دہشت گردی کی تعلیم دی جا رہی ہے یا یہ

مدارس دہشت گردی کے فروغ کا باعث ہیں تو میں ہرگز قبول نہیں کروں گا اور اس سے صاف انکار کروں گا اور آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ کوئی ایک ثبوت ہی فراہم کردیں تو میں مان لوں گا۔

بلکہ میں یہ کہوں گا کہ بلا واسطہ تو دور کی بات یہ مدارس بالواسطہ بھی کسی ایسی سرگرمی میں ملوث نہیں ہیں۔

آخر کیا ہورہا ہے؟ غیر مسلم عوام کو مسلمانوں کے بارے میں کیا باور کرانے کی کوشش کی جارہی ہے؟

اب اس واقعہ کے بعد پولیس نے مسلمانوں کو ہراساں کرنا شروع کردیا اور بہت سے مسلمانوں کو صرف شبے کی بنیاد پر گرفتار کرلیا۔ انہوں نے لوگوں کے گھروں میں چھاپے مارے اور ''جہاد'' سے متعلقہ مواد کی کھوج کی اور ایسی کتابیں قبضے میں لیں جن میں جہاد کا تذکرہ تھا۔ اسے انہوں نے دہشت گردی کے حملوں کے حوالے سے ایک ثبوت قرار دیا۔ اب یہاں ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ کتابیں مختلف سٹالوں پر، بمبئی کی شاہراؤں پر ایک عرصے سے فروخت ہورہی ہیں اگر یہی کتابیں ان واقعات کا محرک تھیں تو حکومت نے انہیں بین کیوں نہیں کیا یا ان کی فروخت پر پابندی کیوں نہیں لگائی۔ جو کتابیں سڑکوں اور فٹ پاتھوں پر سرِ عام بک رہی ہیں انہیں گھر میں رکھنے سے لوگوں کو دہشت گردی میں ملوث قرار دیا جارہا ہے۔

جہاں تک لفظ جہاد کا تعلق ہے تو یہ قرآن کریم کے کئی پاروں اور آیات میں موجود ہے اور آپ جانتے ہیں کہ قرآن ہر مسلم گھرانے میں موجود ہوتا ہے۔

کیا اس سے یہ مراد لی جاسکتی ہے کہ بمبئی کے تمام مسلمانوں کے گھروں میں چونکہ قرآن موجود ہے اور اس میں جہاد کا ذکر بھی ہے اس لئے تمام مسلمانوں کو

گرفتار کرلیا جائے؟

جہاد کا ذکر اگر قرآن میں موجود ہے تو میں تقابلِ ادیان کے حوالے سے کہوں گا اور میرا اس معاملے میں گہرا مطالعہ ہے۔ میں یہ بات بڑے ثبوت کے ساتھ کہوں گا کہ مہابھارت میں قرآن سے کہیں زیادہ لڑائی کا ذکر ہے۔ اسی طرح بھگوت گیتا جو کرشن چند کی نصیحتوں کا مجموعہ ہے۔

جب ارجن کہتا ہے کہ وہ اپنے چچازاد بھائیوں کے خلاف جنگ لڑنے کا حوصلہ نہیں رکھتا تو کرشن چند اسے دلائل دے کر قائل کر لیتے ہیں اور اسے جنگ کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔

بھگوت گیتا کے باب دوم منتر میں شری کرشن چندر کا جواب ہے:

''ارجن تم نامرد کیسے ہو سکتے ہو؟''

اسے کہتے ہیں کہ لڑائی ایک مذہبی فریضہ ہے۔

میں مہابھارت اور بھگوت گیتا کے ان تمام منتروں کی تائید کرتا ہوں جن میں لڑائی کا ذکر ہے کیونکہ میں اس کے اسباب اور پسِ منظر سے واقف ہوں۔

یہ جنگ انصاف اور ظلم کی جنگ ہے۔

صحیح اور غلط کی جنگ ہے۔

یہ سچ اور جھوٹ کے مابین جنگ ہے!

اب مہابھارت اور بھگوت گیتا کا بیان ہے کہ سچ اور انصاف کی خاطر جنگ لڑو خواہ تمہارے سامنے تمہارے اپنے سگے ہی کیوں نہ آجائیں اس وقت کسی رشتے داری کی پرواہ نہ کرو اور سچ کی فتح کیلئے بے جگری سے لڑو۔

اب قرآن بھی تو یہی بات کہتا ہے اور بات اتنی ہی ہے اگر لوگوں کی سمجھ

میں آجائے۔

اب میں درخواست کروں گا کہ پولیس کو انڈیا میں رہنے والے افراد کے مذہب کے بارے میں کم از کم بنیادی جانکاری تو ہونی ہی چاہیے۔

میں ہمیشہ ایسے مواقع پر بات کرنے کا پہلو ڈھونڈ لیتا ہوں اور کچھ عرصہ قبل مجھے غیر مسلم پولیس آفیسرز سے خطاب کا موقع ملا۔ یہ آفیسر بمبئی، بنگلور اور دیگر شہروں سے تعلق رکھتے تھے۔

دو سال قبل مجھے نیشنل پولیس اکیڈمی حیدر آباد میں بھی خطاب کا موقع ملا جہاں سو سے زائد سینئر پولیس آفیسر موجود تھے۔ ان میں کمشنر، آئی جی، ڈی آئی جی اور ڈی جی لیول کے افراد بھی تھے۔ نیشنل اکیڈمی کے ڈائریکٹر جنرل بھی موجود تھے اور جب میں نے اپنی گفتگو کا آغاز کیا اور اسلام کی حقانیت آشکار کی تو وہ سب کے سب گویا سناٹے میں رہ گئے۔

آپ کو ہر مذہب کی سوچ اور اس کے عقائد کا علم ہونا چاہیے۔

اب اگر ہم پسِ منظر کو نظر انداز کر کے مہا بھارت اور بھگوت گیتا کے لڑائی والے منتر سامنے لے آئیں اور تصویر کا ایک رُخ دکھائیں تو ہم اپنی مرضی کا مطلب اخذ کر سکتے ہیں اور یہ منفی سوچ اور غلط حکمتِ عملی ہے۔

ہمیں دوسرے مذاہب کے بارے میں جاننا چاہیے۔ الحمد اللہ مجھے پولیس اور دیگر فورسز کے ساتھ ملک اور بیرونِ ملک خطاب کا موقع ملا، یو کے، بحرین، یو ایس اے، سعودی عرب اور اسی طرح دیگر ممالک میں میں نے ان افراد سے گفتگو کی اور یہی پیغام دیا۔ میں نے زیادہ تر غیر مسلم پولیس آفیسرز سے بات کی اور انہیں یک طرفہ سوچ سے الگ رہنے کا پیغام دیا۔

میں نے انہیں اسلام کے بارے میں معلومات دیں اور اس کی حقانیت سے آگاہ کیا۔ غیر مسلموں کے بڑے بڑے اجتماعات سے خطاب کیا اور انہوں نے میری بات پورے دھیان اور توجہ سے سنی۔

میڈیا کے برعکس میں نے انہیں اسلام کی اصل تصویر دکھائی اور انہیں قائل ہونا پڑا کہ اسلام امن وسلامتی کا پیامبر ہے۔

جو چیز سب سے زیادہ اہم ہے وہ افہام وتفہیم ہے جب فریقین میں افہام وتفہیم کی فضا قائم ہو تو غلط فہمیاں جنم نہیں لیتیں اور اعتماد برقرار رہتا ہے۔ انتشار اور شورش اس وقت وقوع پذیر ہوتے ہیں جب آپس میں بداعتمادی ہوتی ہے۔

بہت سے وکلاء نے یہ بات بتائی ہے اور مسٹر ہاسبٹ سریش نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ سینکڑوں مسلمانوں کو اٹھا لیا گیا تھا۔

ان میں سے بعض کو ذہنی تشدد کا نشانہ بنایا گیا!

بعض کو جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا گیا!!

بہت سے لوگوں نے تشدد کی روح فرسا کہانیاں سنائیں۔ ان سے جبری طور پر بیانات لئے گئے بلکہ بہت سے افراد ایسے بھی تھے جن سے سادہ کاغذات پر دستخط لے کر اپنی مرضی کے بیانات درج کر لئے گئے۔

اب اگر آپ کو دہشت گردوں کا علم ہے انہیں گرفتار کریں۔ جرم ثابت کریں اور انہیں سزا دیں لیکن ہزاروں مسلمانوں کی گرفتاری سے آپ کون سے مقاصد کی تکمیل کرتے ہیں۔

اگر آپ دس دہشت گردوں کی گرفتاری کیلئے ایک ہزار مسلمانوں کو گرفتار کر کے تشدد کا نشانہ بناتے ہیں انہیں ہراساں کرتے ہیں تو آپ ان دس دہشت

گردوں کو پکڑنے میں کامیاب رہیں یا ناکام ہوں لیکن یہ بات ضرور ہے کہ اس کارروائی اور اس روّیے سے آپ زیادہ نہیں تو مزید 100 دہشت گردوں کو ضرور جنم دے رہے ہیں۔

ہندوستان کے بہت سے سینئر پولیس آفیسر اور خاص طور پر بمبئی کے ایک سینئر پولیس آفیسر نے مجھ سے کہا:

''ڈاکٹر ذاکر نائیک! میں اس وقت خوشی محسوس کروں گا جب آپ ہندی یا اُردو میں خطاب کریں گے''۔

ان کا کہنا تھا کہ اس سے مزید ہزاروں لوگ آپ کا خطاب سن کر سمجھ پائیں گے میں گذشتہ دو برس سے خطاب کر رہا ہوں اور پولیس آفیسرز جانتے ہیں کہ میرے خطبات سننے کیلئے سینکڑوں ہزاروں لوگوں کا اجتماع بھی ہوتا ہے۔

جب مجھے کشمیر میں جانے کا موقع ملا اور یہ موقع مجھے مختلف وزراء نے فراہم کیا تو اس وقت کا گورنر کشمیر سکسینا مجھے ملنے کا خواہش مند تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ مجھے غیر مسلم کمیونٹی سے بھی خطاب کا موقع فراہم کیا جائے۔ اس نے ایک ملٹری آفیسر سے مشورہ کیا اور بعد میں جب وہ مہاراشٹر آیا تو اس نے مجھے گورنر ہاؤس میں بلایا اور میں نے اس سے ملاقات کی۔ اس نے کہا:

مسٹر ڈاکٹر ذاکر نائیک کشمیر کے لوگوں پر تمہارا بہت اثر ہے اور وہ تمہاری بات سنتے ہیں ان کی خواہش ہے کہ تم دوبارہ کشمیر کا دورہ کرو۔ اس لئے تمہیں دوبارہ کشمیر جانا چاہیے اور ریڈیو پر خطاب کرنا چاہیے۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کیا میری تقریر سے ماحول اور فضا پر کچھ اثر پڑتا ہے اس میں کوئی تبدیلی نظر آتی ہے۔ قرآن مجید میں کوئی ایک آیت بھی نہیں ہے جس میں کسی معصوم انسان کے قتل کی اجازت ہو۔

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات میں بھی کہیں کسی انسان کے قتل کی اجازت نہیں ہے بلکہ وہ لوگ جو مسلم معاشرے میں رہ رہے ہیں ان کے ساتھ بھی انصاف کی تاکید ہے۔

اب یہاں دیکھیں ہزاروں مسلمانوں کو ہراساں کیا جاتا ہے اور ان کا تعلق لشکرِ طیبہ سے جوڑنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

بالفرض اگر ہم یہ بات مان بھی لیں کہ بم دھماکوں میں مقامی لوگوں کا ہاتھ ہونا لازمی ہے تو ہزاروں افراد پر تشدد کر کے ہم لشکر طیبہ کیلئے سینکڑوں ریکروٹس تیار کر رہے ہیں۔

کیا یہاں لشکرِ طیبہ موجود ہے۔ میں معذرت کے ساتھ کہوں گا کہ مجھے لشکرِ طیبہ کے غلط یا صحیح ہونے کا تعین نہیں کرنا۔ میں نہیں چاہتا کہ کل مجھے پولیس اس جرم کی پاداش میں قید کر لے۔

میں یہاں کہنا چاہ رہا ہوں کہ اگر ہم ان کی بات مان لیں کہ یہ لشکرِ طیبہ کی کارروائی ہے اور اس میں مقامی لوگ ملوث ہیں تو آپ کو مسلمانوں کو اعتماد میں لینا چاہیے نہ کہ ہزاروں بے گناہ افراد کو ہراساں کر کے ان سے جبری اقبالِ جرم کرایا جائے۔

اب بم دھماکوں میں کوئی ماسٹر مائنڈ ملوث ہے ہم یہ بات مانتے ہیں۔

اس بات کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اس میں بہت سے بے گناہوں کی جانیں گئیں۔

لیکن ان سب باتوں کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے کہ ہزاروں مسلمانوں کی پکڑ دھکڑ شروع کر دی جائے جن کا ان واقعات سے کوئی تعلق بھی نہیں ہے۔

ممکن ہے ان میں چند ایک ہوں لیکن ہمیں مسئلہ حل کرنا ہے۔ ہمیں فضا کو

مزید خراب نہیں کرنا۔

آپ دوسروں کا احترام کریں وہ آپ کا احترام کریں گے۔

بہت سے پولیس والوں کا کہنا ہے کہ مسلمانوں نے تفتیش میں ان سے ہر ممکن تعاون کیا۔

لیکن اگر اس طرح کی صورتِ حال ہو کہ اے فلاں تم نے داڑھی کیوں رکھی ہے؟

تم نے شلوار ٹخنوں سے اوپر کیوں کر رکھی ہے؟

تم نے ٹوپی کیوں پہن رکھی ہے؟

اب میں پوچھتا ہوں کہ یہ کس کتاب میں درج ہے کہ دہشت گرد کی یہ نشانیاں ہیں کہ

۱۔ اس کی داڑھی ہوتی ہے۔

۲۔ وہ شلوار ٹخنوں سے اُوپر رکھتا ہے۔

۳۔ وہ ٹوپی پہنتا ہے۔

اب اگر ان ہی علامات سے دہشت گرد کی پہچان ہوتی ہے تو پھر میں ان کے نزدیک اپنے اس حلیے کی بنا پر نمبرون دہشت گرد ثابت ہوں گا۔

یہاں اسلام کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ولیم یا جارج بش اسلام کو بالکل نہیں جانتے۔ جب تک آپ کسی بات کو جانتے ہی نہیں آپ اسے حل کیسے کریں گے؟ ایک مسئلے کے سبب کا علم ہی نہیں تو حل کیسے ہوگا۔ بیماری کی تشخیص ہی نہیں تو علاج کیا ہوگا؟

اب میں پولیس سے یہ نہیں کہتا کہ وہ دہشت گردوں کو نہ پکڑیں۔ ضرور

پکڑیں خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم۔ ممکن ہے بعض لوگ میری اس بات سے اتفاق نہ کریں۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ان لوگوں کی سختی سے مذمت کی ہے جو بے گناہ انسانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگتے ہیں۔

نیز اللہ کا حکم ہے کہ لوگوں کو سچ بولنے کا حکم دیجئے اس لئے میں بھی سچ بولتا ہوں اور دوسروں کو سچ بولنے کی تلقین کرتا ہوں۔

ہندوستان ٹائمز 9 ستمبر 2006ء میں Julio Rebiero نے لکھا ہے:

> "More the unneccessary arrests that are made to get a breakthrough becomes more difficult proportionately."

اس کا واضح مطلب ہے کہ آپ جتنے زیادہ بے گناہ لوگوں کو گرفتار کریں گے اسی قدر آپ کا اپنے ہدف تک پہنچنا دشوار تر ہوتا جائے گا۔

2 ستمبر 2006ء کو مجھے پولیس کمشنر کا ایک خط ملا جس میں لکھا تھا کہ بے قصور مسلمانوں کو گرفتار نہیں کیا جانا چاہیے یہ ایک خوش آئند بات ہے اور میں اس کی تائید کرتا ہوں یہ کھلا خط اور بھی بہت سے مسلم رہنماؤں کو پہنچایا گیا تھا۔

اگر آپ واقعی فضا کو پُر اعتماد رکھنا چاہتے ہیں تو اس کیلئے آپ کو مسلمانوں کا اعتماد بحال کرنا ہوگا۔ جب ایسا ہو جائے گا تو پھر مجرموں کی گرفتاری آسان ہو جائے گی اور جب ان واقعات کے اصلی مجرم گرفتار ہو جائیں تو پھر خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو انہیں سخت ترین سزا ملنی چاہیے۔

ہم جانتے ہیں کہ جب پنجاب میں دہشت گردی کی لہر اٹھی تو گرفتار

ہونے والوں کی واضح تعداد سکھوں کی تھی۔ آسام میں الفا کے حوالے سے دہشت گردی ہوئی تو ہندوؤں کی اکثریت کو دھر لیا گیا۔ تامل میں LTT ہندو ہیں۔ بمبئی میں جب اس طرح کی کارروائیاں ہوئیں تو انہیں کشمیر اور پھر مسلمانوں سے جوڑ دیا گیا۔ یہ مجھے ذمہ دار افراد نے بتایا ہے۔

پنجاب میں سکھوں کی اکثریت ہے اور وہاں دہشت گردی میں انہی کو موردِ الزام ٹھہرایا گیا۔

آسام میں ہندو اکثریت ہے اس لئے انہی کو گرفتار کیا گیا۔

تامل ناڈو میں ہندو اکثریت ہے لہٰذا وہاں بھی منطقی طور پر ہندوؤں کو ہی گرفتار کیا گیا۔

بمبئی میں مسلمان رہ رہے ہیں لیکن وہ اکثریت میں نہیں ہیں تو یہاں اکثریت کو گرفتار کرنے کی بجائے اقلیت کو کیوں گرفتار کیا گیا۔

جہاں تک کشمیر کا معاملہ ہے آپ وہاں کہہ سکتے ہیں کہ مسلمانوں کی کارروائی ہوگی۔ لیکن بمبئی میں دیگر دہشت گرد تنظیمیں بھی تو کارروائی کر سکتی ہیں اور اس کے سو فیصد امکانات موجود ہیں۔ تو پھر یہاں صرف مسلمانوں پر ہی الزام لگانے کی کیا وجہ ہے؟

آپ ثبوت فراہم کریں ہم آپ کے ساتھ ہیں لیکن یہاں ہم جو کچھ آپ کو بتانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ صرف ذمہ دار افراد کے خلاف ہی کارروائی کی جائے اور دیگر افراد کو ہراساں نہ کیا جائے۔

ہمیں علم ہے کہ گزشتہ برس 16 افراد کو گرفتار کیا گیا جن کا تعلق ہندو تنظیم سے تھا اور وہ تین بم دھماکوں میں نامزد تھے۔ بعد میں وہ ایک بم تیار کر رہے تھے جو

پھٹ گیا اور اس میں چار افراد ہلاک اور گیارہ زخمی ہوئے جو سارے کے سارے اسی تنظیم سے تعلق رکھتے تھے۔

ان کے بارے میں علم ہوا کہ وہ لندن میں ایک مسجد کو اڑانا چاہتے تھے جہاں سکھوں اور مسلمانوں میں کشیدگی تھی اور وہ اس تناؤ سے اس دھماکے کے ذریعے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے۔انہوں نے اپنے حلیے سکھوں جیسے بنا رکھے تھے۔

اس بات کے بھی شواہد موجود ہیں کہ بہت سے ہندوؤں نے مختلف مقامات پر حملے کئے اور وہ ٹوپیاں پہنے ہوئے تھے اور ان کی داڑھیاں بھی تھیں۔

اب امکانات موجود ہیں لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ سو فیصدی بمبئی کے واقعات میں مسلمان ہی ملوث تھے۔

8 ستمبر 2006ء کو مسجد کے باہر اور صحن کے پاس بم دھماکے ہوئے جن میں 35 بے گناہ مسلمان جاں بحق اور 100 سے زائد زخمی ہوئے۔اس کا الزام بھی لشکرِ طیبہ کے سر منڈھ دیا گیا۔

یہ سب کچھ ایک طے شدہ حکمتِ عملی ہے اور امریکہ اور القاعدہ کے کھیل کا ایک حصہ ہے۔گذشتہ دنوں ایک آرٹیکل پڑھا جس میں لکھا تھا کہ اگر آپ اس طرح کے کھیل میں شریک ہو جاتے ہیں تو ناکامی آپ کا مقدر بن جاتی ہے اور اصل مجرم نکل جانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

آپ کو صحیح سمتوں اور صحیح انداز میں تفتیش کر کے مجرموں تک پہنچنا اور انہیں کیفرِ کردار تک پہنچانا چاہیے۔

ان دہشت گردوں کا تعلق خواہ کشمیر سے ہو، انڈیا سے ہو، پاکستان سے ہو یا LTT سے ہو جب ان کا جرم ثابت ہو جائے تو انہیں سزا ملنی چاہیے۔خواہ وہ مسلم

ہوں یا غیر مسلم۔

میں دہشت گردی کی کسی کارروائی کی حمایت نہیں کرتا۔اور قطعی طور پر دہشت گردی کی ہر قسم کی مذمت کرتا ہوں۔

ہمیں شہریوں کو اعتماد میں لینا چاہیے اور اس ضمن میں میڈیا کی بھی ذمہ داری ہے اور وہ میڈیا جسے سیاستدان کنٹرول کرتے ہیں ہمیں اس سے باخبر اور ہوشیار رہنا چاہیے کیونکہ یہ میڈیا سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ میں تبدیل کر کے دکھاتا ہے۔

دن کو رات اور ہیرو کو دشمن بنا کر پیش کرتا ہے۔ اب خوش قسمتی سے انڈیا میں ایسا میڈیا بھی ہے جو سیاستدانوں کے اثر سے باہر ہے اور یہ واقعات کی صحیح منظر کشی کرتا ہے خواہ وہ گجرات کے فسادات ہوں یا بمبئی کے بم دھماکے۔ اگرچہ مسلمانوں کو ہراساں کرنے میں اخبار اور الیکٹرونک میڈیا مصروفِ عمل ہے لیکن اس کے باوجود یہ میڈیا حالات کی صحیح عکاسی کی بھرپور کوشش کر رہا ہے۔ اگرچہ بعض اوقات یہ بھی کچھ ایسی خبریں پیش کر دیتا ہے جن کی باقاعدہ تصدیق نہیں ہوتی۔ مجموعی طور پر میڈیا کو دیانتدار ہونا چاہیے اور دیانت داری سے اپنے فرائض سرانجام دینے چاہئیں۔ یہ بھی بتاتا چلوں کہ یہ غیر مسلم میڈیا ہے اور یہ دیانتداری سے حقیقی تصویر پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

لیکن ہمیں اس میڈیا سے پوری احتیاط کرنی چاہیے اور اس میڈیا سے ہوشیار رہنا چاہیے جو سیاستدانوں کے زیر اثر ہے۔

جہاں تک انڈیا کی عدلیہ کا تعلق ہے تو مسلمان اس پر اعتماد کرتے ہیں۔ زیادہ تر جج اپنے فرائضِ منصبی دیانتداری سے بجالاتے ہیں اگرچہ چند ایک سیاستدانوں کے دام میں آجاتے ہیں لیکن واضح اکثریت سیاستدانوں کو خاطر میں

نہیں لاتی اور فیصلوں کے دوران ان کی پرواہ نہیں کرتی۔ اگر سیاستدان عدلیہ پر قابض ہوجاتے ہیں تو جانے کیا ہوگا لیکن تاحال ہم اس عدلیہ پر اعتماد کرتے ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ دہشت گردی کی بنیادی وجہ اور سب سے بڑا سبب ''نااِنصافی'' ہے اگر ہم دہشت گردی کو روکنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے سیاستدانوں کو ایماندار، دیانتدار اور امن پسند ہونا چاہیے، انہیں ووٹ بینک کیلئے ناجائز ذرائع اختیار نہیں کرنا چاہئیں بلکہ عوام کی خدمت سے اپنے آپ کو منوانا چاہیے۔

اگر سیاستدان دیانتدار ہوجائیں اور انصاف قائم کریں اور انصاف کی خاطر کرسی سے دستبردار ہونا قبول کرلیں تو دہشت گردی رک جائے گی۔ لہٰذا اس حوالے سے پہلی ذمہ داری ان سیاستدانوں پر عائد ہوتی ہے۔

دوسرے نمبر پر شہری ہیں جن کا فرض ہے کہ وہ سیاستدانوں کے وقتی، جھوٹے اور جوشیلے نعروں کے فریب میں آکر دنگا وفساد میں ملوث نہ ہوں۔ انہیں سیاستدانوں کی باتوں میں آکر مشتعل نہیں ہونا چاہیے۔ انہیں قتل وغارت اور قانون ہاتھ میں لینے سے گریز کرنا چاہیے۔

تیسرے نمبر پر پولیس ہے اگر پولیس دیانت دار ہوجائے اور پولیس کا ایک ایک سپاہی سیاستدانوں کے اثر سے نکل آئے اسے تبادلے یا تنزلی کی پرواہ نہ ہو بلکہ صرف فرض سے پیار ہو۔ سو فیصد دیانتداری ہو تو دہشت گردی کا سرے سے قلع قمع ہوجاتا ہے۔ انصاف آجائے تو ظلم مٹ جاتا ہے۔ روشنی میں اندھیرے کا کیا کام؟ اگر پولیس والے دیانتدار ہوجائیں گے تو ان کے بعد آنے والے اس روایت کو برقرار رکھیں گے اور اس طرح معاشرہ امن میں ہوجائے گا۔

آخر میں پھر شہریوں کا روّیہ ہے کہ اگر ان سے ناانصافی بھی ہو تو انہیں

احتجاجی طور پر املاک یا انسانی جانوں کو نقصان نہیں پہنچانا چاہیے۔ انہیں کسی صورت بھی قانون کو ہاتھ میں نہیں لینا چاہیے اور اپنے معاشرے یا دوسری قوموں پر چڑھائی نہیں کرنی چاہیے۔ فساد سے بہرصورت بچنا اور کنارہ کش رہنا چاہیے۔ اگر وہ اس معاملے میں استقامت اختیار کریں گے تو آپ دیکھیں گے کہ ناانصافی کا خاتمہ ہو جائے گا۔

میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اگر انڈیا کے ہندو اور مسلم ہم آہنگی سے رہنا شروع کر دیں تو 2020 تک انڈیا دنیا کی سپر پاور بن کر ابھرے گا۔

اگر ہم اکٹھے رہیں، ایک دوسرے سے پیار کریں اور اختلافات کو بھول جائیں انہیں ایک طرف رکھ دیں۔ اپنے اپنے معاشرے میں اپنے انداز سے رہیں اور مذہبی فرق کو اپنے آپ تک محدود رکھتے ہوئے ایک دوسرے سے محبت کریں تو یقیناً انڈیا سپر پاور بن جائے گا۔

مہاتما گاندھی نے کہا تھا:

"If India has to improve it should be ruled by a dictator as honest and upright as Hazrat Umar رضی اللہ عنہ."

یعنی اگر ہندوستان نے ترقی کرنی ہے تو اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے دیانتدار اور منصف حکمران کی ضرورت ہے۔

مہاتما گاندھی قوم کے باپ ہیں اور نصیحت کرتے ہیں کہ یہاں کے حکمران میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خصوصیات ہونی چاہئیں تاکہ یہ ملک خوشحالی اور ترقی کی جانب سفر کر سکے۔

انہوں نے مسلم اور غیر مسلم نہیں کہا بلکہ اس شخصیت کی مثال دی جسے تاریخ

نے انصاف کی بدولت ''الفاروق'' کا لقب دیا۔

میں اپنے خطاب کا اختتام سورۃ بنی اسرائیل، سورۃ نمبر 17، آیت نمبر 81 پر کروں گا:

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝

ترجمہ: ''اور فرمایئے کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا، بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا''۔

میں آج کے اس خطاب کا اختتام ڈاکٹر جوزف ایڈم (Dr.Joseph Adam Pearson) کے ان الفاظ پر کروں گا:

"People who worry that nuclear weaponry will one day fall in the hands of the Arabs, fail to realize that the Islamic bomb has been dropped already, it fell the day MUHAMMED (pbuh) was born."

''وہ لوگ جو اس بات سے فکرمند ہیں کہ نیوکلیئر ہتھیار ایک دن عربوں کے ہاتھ لگ جائے گا یہ بات جاننے میں ناکام رہے ہیں یہ اسلامک بم تو اسی وقت مسلمانوں کے ہاتھ لگ گیا تھا اور یہ اس دن گرا جس روز نبیٔ آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی ولادت ہوئی''۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا عَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ!

*An Urdu Translation of*

**Is Terrorism A Muslim Monopoly?**

# دہشت گردی اور مسلمان

## کیا دہشت گردی مسلمانوں کی حکمتِ عملی ہے؟

...... سوال وجواب کا سیشن ......

ڈاکٹر محمد نائیک:

جزاک اللہ!

اس خطاب کیلئے آپ کا بے حد شکریہ!

اس کے ساتھ ہی ہم اپنا سوال و جواب سیشن شروع کرتے ہیں۔ قبل اس کہ میں حسبِ روایت آپ سے قواعد وضوابط بتانا چاہوں گا۔

۱۔ سوال مختصر اور واضح ہو۔

۲۔ سوال موضوع سے متعلق ہو۔

۳۔ ایک وقت میں ایک ہی سوال کیا جائے۔

آڈیٹوریم میں پانچ مائیکروفون مہیا کئے گئے ہیں۔ خواتین اور حضرات کیلئے الگ الگ مائیک ہیں۔

تو سوالات کا سلسلہ شروع کرتے ہیں۔ ہاں بھائی! آپ اپنا سوال کیجئے!

ڈاکٹر ذاکر نائیک!

یہاں غیر مسلم ہمارے مہمان ہیں اور حسبِ روایت میری خواہش ہے کہ میرے سے پہلا سوال کوئی غیر مسلم کرے۔ اگر کوئی غیر مسلم سوال کرنا چاہیں تو بہنوں اور بھائیو! وقت مختصر ہے اس لئے کوئی بھی غیر مسلم سوال کرے!

سوال: میرا نام شام ہے، میں مہاراشٹر مہانگر پیپر میں کام کرتا ہوں، پتر کار ہوں۔ آپ کیلئے میرے پاس شبد (الفاظ) نہیں ہیں، کیا بولوں، لیکن مجھے یہ لگتا ہے کہ بھارت میں ہندو اور مسلم کے ایک ہونے کیلئے کچھ نہ کچھ ہونا چاہیے۔ کیا ہندو اور مسلم کمیونٹی کے لوگ اکٹھے ہو سکتے ہیں؟

ڈاکٹر ذاکر نائیک:

بھائی نے ایک اچھا سوال پوچھا ہے کہ ہم ہندو اور مسلم دونوں کو ایک پلیٹ فارم پر کیسے لا سکتے ہیں؟ ہم آپس میں ایک دوسرے کے قریب کیسے آ سکتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے ہندو ازم اور اسلام میں مشترک اقدار کے حوالے سے بمبئی، چینائی اور انڈیا کے دیگر حصوں میں ایک خطاب دیا تھا۔ اس تقریر کو ہزارہا افراد نے سماعت کیا۔ ان میں غیر مسلم کی ایک واضح تعداد تھی۔ ہزاروں ہندوؤں نے یہ خطبات سنے اور بہت سے لوگوں نے مجھے بتایا کہ

"ذاکر بھائی! میں ہندو ازم کے بارے میں جو باتیں گزشتہ چالیس برس سے نہیں جانتا تھا وہ ان چار گھنٹوں میں جان گیا ہوں"۔

قرآنِ پاک میں ہے کہ ان باتوں کی طرف آؤ جو ہم اور تم میں یکساں ہیں:

سورۃ آلِ عمران، سورۃ نمبر 3، آیت نمبر 64 میں ہے:

ترجمہ: "آپ فرمایئے اے اہلِ کتاب! ایسے کلمہ (بات) کی طرف

آؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے۔ یہ کہ صرف خدا کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں اور ہم میں کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنالے اللہ کے سوا۔ پھر اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں"۔

اس میں پہلی مشترک چیز ہے اللہ کی وحدانیت!

جو کچھ ہم محسوس کرتے ہیں اس کے مطابق میں یہ نہیں کہوں گا کہ ہندوازم، اسلام اور عیسائی ایک جیسے ہیں۔ میں ایک پنڈت سے کہوں کہ وہ مسلمان ہو جائے تو وہ انکار کر دے گا، میں ایک مسلمان کو عیسائی ہونے کیلئے کہوں تو وہ فوری ہی نہیں مان جائے گا۔

لہٰذا ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مذاہب میں اختلاف اور یکسانیت بھی ہے۔ مشترک اقدار موجود ہیں اور ان پر ہم ایک ہو سکتے ہیں۔ اب اختلافات کو نظر انداز کر کے مشترک اقدار پر تو اتحاد ہو سکتا ہے ناں!!

وید، گیتا، اُپنشد، بائبل اور قرآن کو لے لیں۔ جو کچھ ان میں مشترک ہے ہمیں اس کی پیروی کرنی چاہئے۔ میں نے بہت سی یکساں باتوں کی نشاندہی کی ہے۔ آپ اختلافات کو کسی اور وقت کیلئے اٹھا رکھیں اور یکساں باتوں پر متحد و متفق ہو جائیں۔ میرے خطبوں اور کتابوں میں آپ یہ سب دیکھ سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ ناصرف ہندو بلکہ مسلمان تک اپنی مذہبی کتابوں سے مکمل طور پر آگاہ نہیں ہیں۔

بہت سے مسلمان اعتراض کرتے ہیں کہ ہندومت اور اسلام میں مشترک

چیزیں ناممکن ہیں۔

بہت سے ہندو کہتے ہیں کہ یہ ڈاکٹر ذاکر نائیک کیا کہتا ہے، مسلمان اور ہندو ایک جیسے!!!!!!!!......کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔

لیکن جب ان سے بات کرتے ہیں تو انہیں دھچکا لگتا ہے اور انہیں پتہ چلتا ہے کہ وہ تو آج تک کچھ جانتے ہی نہیں تھے یا اس پہلو پر انہوں نے کبھی غور ہی نہیں کیا تھا۔

اب جو کچھ ہم جانتے ہیں اس میں سب سے پہلی بات ہے کہ اللہ ایک ہے۔ اللہ ہی عبادت کے لائق ہے اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اس کا ثبوت ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ چھند اُپنشد میں باب 6 سیکشن 2 کے منتر نمبر ایک میں ہے:

"ایکم ادتیا"۔

"اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی ثانی نہیں"۔

شویتا سا اُپنشد کے باب 6 منتر 9 میں ہے:

"اس کے سوا کوئی آقا نہیں اور اس کا کوئی ثانی نہیں ہے"۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے کوئی والدین یا اس کی کوئی اولاد نہیں ہے۔

اسی طرح باب 4 منتر 19 میں ہے:

"اللہ کا کوئی عکس (Image) نہیں ہے"۔

یجر وید کے باب 32، منتر 3 کا مفہوم بھی یہی ہے کہ اللہ کا کوئی عکس نہیں۔

لہٰذا اگر آپ ویدوں یا دیگر مذہبی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپ کو

صرف ایک ہی اللہ کا ذکر ملتا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے بہت سے لوگ ان مذہبی کتب سے شناسا ہی نہیں ہوتے اور انہیں اس بات کا علم ہی نہیں ہوتا کہ ان کی اپنی مذہبی کتب میں کیا لکھا ہے۔

دوروز قبل میں نے سٹار نیوز کو انٹرویو دیا تو انہوں نے ایک سوال کیا:

ذاکر صاحب! بندے ماترم کے بارے میں آپ کا نقطۂ نظر کیا ہے؟

کیا مسلمان یہ کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

میں نے کہا کہ اس بات کا جواب تو میں بعد میں دوں گا کہ مسلمان کہہ سکتے ہیں یا نہیں، سب سے پہلے میں آپ کو یہ بتاؤں کہ اس بارے میں ہندوازم کی کتب کیا کہتی ہیں؟

وہ ششدر رہ گئے۔

میں نے کہا کہ وید کے مطابق اللہ کا پرتیما نہیں ہے۔ اور جب وہ ویدوں کی تعلیمات سے ناآشنا ہوتے ہوئے ''بندے ماترم'' کہتے ہیں تو گویا اس وقت وہ ویدوں کے خلاف جارہے ہوتے ہیں۔ جس کا مطلب ہے میں تیری عبادت کرتا ہوں۔ اگر آپ آریہ سماج کو دیکھیں تو مختلف محقق آپ کو برملا یہ کہتے نظر آئیں گے کہ ویدوں کے مطابق بتوں کی پوجا کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔

اسی طرح بھگوت گیتا کے باب 7 منتر 20 میں ہے:

''تمہیں بتوں کی پوجا نہیں کرنی چاہیے''۔

لہٰذا جب آپ ویدوں کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہاں آپ کو توحید اور اللہ کی وحدانیت نظر آتی ہے۔ اس لئے بندے ماترم کا یہاں کوئی جواز

نظر نہیں آتا۔

اسلام میں بھی کئی ایسی باتیں در آئی ہیں، جن کا اسلام سے حقیقت میں کوئی تعلق نہیں ہے۔

بندے ماترم تین بار دہرایا جاتا ہے جس کا مطلب ہے یہ دھرتی میری ماں ہے۔ یہ مجھے روزی فراہم کرتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ درگاہ کہلاتی ہے۔ لکشمی کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ہم مسلمان بھی اس ملک سے محبت کرتے ہیں لیکن ہم اللہ کے سوا کسی کے مطیع نہیں ہیں اور صرف اللہ کے بندے ہیں اور ہماری ماں جو نو ماہ تک ہمیں شکم میں رکھ کر پالتی اور پھر جنم دیتی ہے ہم اس کا احترام کرتے ہیں اس سے محبت بھی کرتے ہیں مگر اس کا "بندہ" ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے یعنی ماں کو معبود نہیں بنا لیتے۔ ہم مسلمان دنیا میں اللہ کے بعد جس ہستی سے محبت کرتے ہیں وہ اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ ہیں لیکن وہ بھی ہمارے معبود نہیں ہیں۔

جہاں تک بندے ماترم کا تعلق ہے یہ ایک سیاسی ایشو ہے اور اس کی تاریخ بھی کوئی اتنی قدیم نہیں ہے۔ یہ بھی ووٹ بینک بنانے کا حربہ ہے۔ سعودی عرب میں رہنے والے لوگ اپنے ملک کو یا پاکستان میں رہنے والے اپنے ملک کو معبود کا درجہ نہیں دیتے لہٰذا میں یہی کہوں گا کہ ہم اس سرزمین سے پیار کرتے ہیں وقت آنے پر اس کیلئے جان بھی دے سکتے ہیں مگر اسے اللہ کا درجہ دینے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے اور ہم مسلمان صرف اللہ کو خالق، مالک اور رازق مانتے ہیں۔ شکریہ!

ڈاکٹر ذاکر نائیک:

غیر مسلم کی طرف سے سوال ہوگیا۔ اب جس نے سوال لکھ کر دینا ہو وہ بھی دے دیں کیونکہ وقت مختصر ہے۔ اب میں بہنوں سے درخواست کروں گا کہ ان کی جانب سے سوال کیا جائے۔

سوال: یہاں موجود تمام خواتین و حضرات کو السلام علیکم اور گڈ ایوننگ! میرا نام پریتی سیٹھی ہے۔ میں آپ سے پوچھنا چاہتی ہوں کہ اُسامہ بن لادن دہشت گرد نہیں اور جیسا کہ سی این این اور بی بی سی چینلز اس بات کو بار بار دُہرا رہے ہیں۔ اسی وقت بم دھماکے بھی ہوتے ہیں، کیا آپ اس پر یقین کرتے ہیں یا نہیں؟ شکریہ جناب!

ڈاکٹر ذاکر نائیک:

بہن نے ایک بہت اچھا سوال پوچھا ہے کہ جب ہم اُسامہ بن لادن کے بارے میں بات کرتے ہیں اور بی بی سی یا سی این این کی خبروں پر یقین کرتے ہیں یا نہیں؟ جو بم دھماکوں سے متعلق انہوں نے خبریں فراہم کی ہیں۔

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بی بی سی کی تمام خبریں غلط ہوتی ہیں ماسوائے ان خبروں کے جن میں وہ ایک ہیرو کو وِلن بنا کر پیش کرتے ہیں، انہیں جانچنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اب انہوں نے بم دھماکے کی جو اطلاعات دی ہیں وہ دیگر سے مماثل ہوسکتی ہیں۔ اب جس حکومت میں وہ واقعہ پیش آتا ہے وہاں کے اعداد و شمار میں اختلاف ہوتا ہے۔ مجھے پولیس افسر بتاتا ہے کہ ستر کے لگ بھگ لوگ مارے گئے ہیں، اخبارات کچھ اور کہانی

سناتے ہیں اور الیکٹرونک میڈیا اپنی الگ بات کرتا ہے۔ اس تناظر میں ہم نہیں کہہ سکتے کہ کون صحیح اور کون غلط کہہ رہا ہے۔

میں اس کمشنر کے فراہم کردہ اعداد و شمار کو غلط نہیں کہہ سکتا۔

اخبارات کی اطلاع کو بے بنیاد نہیں کہہ سکتا۔

ٹی وی کو غلط قرار نہیں دے سکتا۔

لیکن!!!

ان سب پر آنکھیں بند کر کے اعتماد بھی نہیں کر سکتا۔

ہم تو ثبوت کی بات کرتے ہیں لیکن میری بہن! اس وقت تک تمام چینلز اسے صرف مشکوک قرار دے رہے ہیں۔

اگر آپ امریکہ کی سائٹ پر جائیں تو انہوں نے دہشت گرد تنظیموں کی ایک فہرست دے رکھی ہے۔ اس میں 43 دہشت گرد تنظیمیں ہیں۔ ساٹھ فیصد مسلمان ہیں۔ کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ ان میں سب سے مشہور دہشت گرد تنظیم کون سی ہے؟

**پریتی سیٹھی:**

سوری! مجھے علم نہیں ہے۔

**ڈاکٹر ذاکر نائیک:**

سب سے مشہور دہشت گرد تنظیم القاعدہ ہے۔ الفا نے 749 حملے کئے جبکہ القاعدہ نے صرف 28 حملے کیے ہیں۔ ان میں سے 26 کی ذمہ داری القاعدہ نے قبول کی ہے لیکن القاعدہ کے کسی ایک حملے کو بھی ثابت نہیں کیا جا سکا۔ میں یہاں القاعدہ کی حمایت نہیں کر رہا۔ ایک امریکی

صحافی خاتون جب افغانستان میں گئی اور اسے طالبان نے گرفتار کرلیا اور جب وہ واپس آئی تو اس سے پوچھا گیا کہ القاعدہ کے بارے میں کیا جانتی ہو؟

اس نے جواب دیا:

''میرا خیال ہے کہ القاعدہ کا تو کوئی وجود ہی نہیں ہے''۔

اگر آپ میڈیا سے تعلق رکھتے ہیں تو بخوبی جانتے ہیں کہ کونسی خبر ٹھیک ہے اور کونسی خبر کی تحقیق ہونی چاہیے۔ اُسامہ بن لادن کو انہوں نے مشکوک قرار دیا ہے اور ایک مشکوک فرد کی خاطر افغانستان میں ہزاروں لوگوں کو قتل کرنے کا کیا جواز ہے؟؟

ہمیں دیکھنا چاہیے کہ یہ خبریں کہاں سے آرہی ہیں۔ ان کے پیچھے کون ہے اور کا کی ایجنڈا کیا ہے؟ نیز ہم کونسی خبروں پر اعتماد کر سکتے ہیں اور کون سی خبروں کو چھوڑ سکتے ہیں۔ اُمید ہے سوال کا جواب ہوا۔

سوال: جناب میرا سوال ہے کہ کیا مسلمان یہاں (ہندوستان میں) عدم تحفظ کا شکار ہیں اور کیا یہ سب دہشت گردی کی وجہ سے ہے؟

## ڈاکٹر ذاکر نائیک:

آپ کا سوال ہے کہ کیا مسلمان عدم تحفظ کا شکار ہیں اور کیا دہشت گردی کی یہی وجہ ہے۔ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ دہشت گردی کی بڑی اور بنیادی وجہ ناانصافی ہے۔ یہ عدم تحفظ کی بات نہیں ہے۔ یہ چیز اس کا ایک حصہ ہوسکتی ہے لیکن اس کی بڑی وجہ ناانصافی اور کچھ خاص گروہوں کی استحصالی کارروائیاں ہیں۔

اگر آپ گزشتہ ہفتے آنے والے آرٹیکل کا مطالعہ کریں جس میں نائن الیون کے حوالے سے لکھا گیا ہے، اس میں ولیم نے لکھا ہے کہ اس کا بنیادی سبب ناانصافی ہے۔

بمبئی کے بم دھماکوں کے حوالے سے کہا جاتا ہے کہ ممکن ہے ان کے پیچھے کشمیریوں کا ہاتھ ہو لیکن اس کا باعث کیا ہے؟ کشمیر میں غیر فوجی لوگ ہیں تو آخر کس چیز نے انہیں لڑنے پر مائل کیا ہے؟ اور وہ کہتا ہے کہ یہ جمہوریت ہے جس نے انہیں اس بات پر آمادہ کیا ہے۔ اس نے کہا کہ جمہوریت کی اصل روح کو مسخ کر دینے کی وجہ سے اس صورتِ حال نے جنم لیا ہے اور یہی چیز فلسطین میں بھی ہے۔ وہ اپنے حقوق حاصل کرنے کیلئے لڑ رہے ہیں۔ لہٰذا دہشت گردی کی بنیادی وجہ ناانصافی اور خاص طبقوں کی استحصالی کارروائیاں ہے۔ اب جو لوگ اپنے حق کیلئے لڑ رہے ہیں ان کے نزدیک یہ ایک اچھا مقصد ہے مگر دوسرے لوگ جو ان کے مخالف ہیں ان کی ان کوششوں کو دہشت گردی کا نام دیتے ہیں۔

یہاں میں بھگت سنگھ کی مثال دینا چاہوں گا جو اپنے ملک کی خاطر لڑا مگر برطانوی حکومت نے اسے دہشت گرد کا لقب دیا اور ہم اسے آزادی کا جنگجو قرار دیتے ہیں۔

لہٰذا دہشت گردی کا لیبل دینے سے پہلے ہمیں پس منظر کو دیکھنا چاہیے کیونکہ دہشت گردی کا مفہوم اور معانی کچھ اور ہیں اور جغرافیائی اعتبار سے، تاریخی اعتبار سے اس کے معانی تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ وہ شخص جسے برطانیہ والے دہشت گرد کہتے ہیں، ہم انڈین اسے آزادی کا جنگجو

(Freedom Fighter) کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ دہشت گردی کی سب سے بڑی وجہ لوگوں کے ایک گروہ کی ناانصافی ہے۔

**ڈاکٹر محمد نائیک:**

مسٹر لوبو نے تحریری سوال کیا ہے کہ نائن الیون کے واقعہ کے بارے میں آپ کیسے ثابت کریں گے کہ یہ کارروائی اندر سے کی گئی تھی؟

**ڈاکٹر ذاکر نائیک:**

مسٹر لوبو نے سوال کیا ہے کہ میں کیسے ثابت کرسکتا ہوں کہ نائن الیون کے واقعہ میں کارروائی اندر سے ہوئی تھی۔

چند روز قبل اخبار میں ایک آرٹیکل شائع ہوا، جس کے مطابق امریکہ کے 75 پروفیسروں کا ماننا ہے کہ نائن الیون کا واقعہ Inside Job تھا۔ ''ٹائمز آف انڈیا'' میں بھی اس کا تذکرہ ہے کہ 75 پروفیسروں اور سائنسدانوں کا کہنا کہ یہ کام اندر سے کیا گیا تھا اور اس کیلئے انجینئرز نے وائٹ ہاؤس میں بیٹھ کر ان جڑواں ٹاورز کی تباہی کا خاکہ تیار کیا تھا۔ ان کا کہنا ہے کہ اس کا مقصد تیل کے ذخائر والے ملک پر حملے اور تیل پر قبضے کا جواز پیدا کرنا تھا۔ یہ ایک اوپن سیکرٹ ہے۔ ایک پروفیسر سٹیو جونز نے کہا کہ ہم یقین نہیں کر سکتے کہ چند ہائی جیکر افغانستان سے امریکہ آئے اور مختصر سے عرصے میں انہوں نے یہ کام سرانجام دے دیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ گورنمنٹ کی دھمکیوں پر بھی یقین نہیں رکھتے۔ نیز انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ ٹاورز صرف طیاروں کے ٹکرانے سے نہیں گر سکتے تھے جب تک ان کے اندر دھماکہ خیز مواد نہ ہوتا کیونکہ ان کے سٹیل بیم ایسے حادثات

سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ میں نے اس حوالے سے بہت سی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ ان باتوں میں صداقت ہے۔ میں نے پروفیسر سٹیو جونز کی وڈیو ریکارڈنگ بھی دیکھی ہے۔ اس بیان سے اگلے روز خبر آئی کہ مذکورہ پروفیسر کو جبری رخصت پر بھیج دیا گیا۔ ذرا تصور کیجئے کہ اس کے پیچھے کیا محرکات ہیں۔ ایک اور اکتیس سالہ نوجوان نے اس حوالے سے کام کیا۔ نائن الیون کے واقعہ کے بارے میں اور بھی بہت سے شواہد موجود ہیں۔ ایک ڈاکومنٹری کے مطابق جو سی این این اور بی بی سی پر بھی چلائی گئی، یہ طیارے عام مسافر طیارے نہیں نظر آتے تھے۔ ان کے دروازے کھلے ہوئے تھے اور یہ ملٹری طیارے معلوم ہوتے تھے۔ ان ٹاورز کو تعمیر کرنے والی کمپنی نے کہا کہ یہ طیارے ان ٹاورز کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے اور اس کا میٹریل 2000 سنٹی گریڈ تک کا درجہ حرارت برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا اور زلزلوں اور ٹارنیڈو سے بھی یہ ٹاورز متاثر نہیں ہو سکتے تھے۔ بعد میں انہوں نے بیان تبدیل کرتے ہوئے کہا کہ ہاں ایسا ممکن ہے کہ طیاروں کا ایندھن اس کے ستونوں کو نقصان پہنچا سکے۔ دوسرے پروفیسر نے بیان تبدیل نہ کیا اس لئے اسے منظر سے ہٹا دیا گیا۔

امریکہ میں اور بھی بہت سی کثیر منزلہ عمارات ہیں مگر کہیں ایسا واقعہ پیش نہیں آیا اور جس انداز میں یہ ٹاورز زمین بوس ہوئے وہ باقاعدہ پلاننگ کے تحت تھے۔ عینی شاہدوں کا کہنا ہے کہ اس وقت یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی بتدریج بم دھماکے کر رہا ہو۔ ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے

بعد تیسرا۔

لہٰذا اس انداز میں ٹاورز کی تباہی خود اس بات کی غماز ہے کہ انہیں باقاعدہ منصوبے کے تحت اڑایا گیا تھا۔ بعد میں ہائی جیکرز کے بارے میں کہا گیا کہ انہیں اس کام کی خاص تربیت دی گئی تھی اور انہوں نے ہوابازی کی تربیت بھی لے رکھی تھی۔ متعدد تجربہ کار پائلٹوں نے اسے ناممکن امر قرار دیا اور جن لوگوں نے طیاروں کو اس انداز میں موڑا یہ ممکن نہیں تھا۔ اب کہا جا رہا ہے کہ یہ فوجی طیارے تھے۔ گورنمنٹ نے جو معلومات دیں، ان میں فون کالز ہیں اور وہ بھی اس بات کا ثبوت ہیں کہ ان کالز کو اس مقصد کیلئے ریکارڈ کیا گیا تھا۔ ان میں ایک نوجوان غیر فطری انداز میں اپنی ماں کو طیارہ ہائی جیک ہونے کی اطلاع دیتا ہے۔ ایک ایئر ہوسٹس چیختی ہے......عمارات!...... پانی!......او مائی گاڈ۔

اب ایک جوان اپنا پورا نام لے کر ماں کو اغوا کی اطلاع دیتا ہے۔

اگر ایسی صورتِ حال ہو تو میں تو کہوں گا ''ماں میں ذاکر بول رہا ہوں ہمارا طیارہ اغوا ہو گیا ہے''۔

یا میں یہ کہوں گا کہ ''ماں میں ڈاکٹر عبدالکریم ذاکر نائیک بول رہا ہوں، ہمارا طیارہ اغوا ہو گیا ہے''۔

یہ بات یقیناً مضحکہ خیز ہے اور یہ خود ہی بہت سی باتوں کو ظاہر کر رہی ہے۔

اب کیا تمام موبائل فون کو ٹیپ کیا جا رہا تھا؟

اب سروے سے پتہ چلتا ہے کہ 4000 فٹ کی بلندی پر موبائل کی سروس 0.4 فیصد ہوتی ہے۔ 8000 فٹ کی بلندی پر 0.1 فیصد اور

13000 فٹ کی بلندی پر 0.006 فیصد سروس ہوتی ہے یعنی قریباً نہ ہونے کے برابر۔ آج امریکہ دعویٰ کر رہا ہے کہ وہ اس بلندی تک موبائل سروس کیلئے کئی ملین ڈالر خرچ کر رہا ہے اور نائن الیون میں وہ یہ کام کر چکا تھا۔

پھر اس ڈاکومنٹری میں یہ بھی ہے کہ دو بلیک باکس ملے جو 3000 سنٹی گریڈ کا درجہ حرارت برداشت کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ لیکن یہ 2000 سنٹی گریڈ پر ہی پگھل گئے۔

اور اس سے چند روز قبل اُسامہ بن لادن ''امہ میگزین'' میں انٹرویو دیتا ہے کہ میں مسلمان ہوں، مسلمان جھوٹ نہیں بولتا اور اسلام کے مطابق بچوں اور عورتوں کو قتل کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ اور اس انٹرویو کے بعد وہ ان ٹاورز کی تباہی کی منصوبہ بندی کرتا ہے؟

مذکورہ پروفیسرز کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ زیادہ تر تباہی اندر سے کی گئی تھی۔ دوسرا حملہ پینٹاگون پر ہوا اور وہاں جہاز اس کی بلڈنگ میں سوراخ کرنے کے علاوہ کچھ بھی نہ کر سکا۔ ٹی وی پر دکھایا گیا کہ اس کے پر باہر ہی تھے اور پینٹاگون کی کھڑکی یا شیشے بھی محفوظ رہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ جہاز 45 فٹ بلندی پر تھا، یہ بھی نہایت مضحکہ خیز ہے۔ ایک ملٹری مین نے بتایا کہ وہاں میزائل جیسی آواز آئی اور حقیقت یہی ہے کہ وہ سوراخ اس میزائل نے بنایا۔ وہاں اس طیارے کا انجن ہی نظر آیا، دیگر سکریپ وہاں موجود نہیں تھا اور طیارے نے وہاں صرف ایک گڑھا بنایا۔ اس سے ایک بیوقوف بھی اندازہ لگا سکتا ہے کہ یہ سب کچھ اندر سے کیا

جارہا تھا لیکن یہ تنہا جارج بش نے نہیں کیا اور اس کا مقصد صرف افغانستان، پھر عراق اور پھر ایران پر حملہ تھا اور اس پالیسی پر عمل درآمد ہو رہا ہے۔

اب اس بات پر سوچ بچار ہو رہی ہے کہ ایران پر کب اور کیسے حملہ کرنا ہے۔ وہ تمام تیل کے ذخائر پر اور ان ممالک پر جن میں تیل کے ذخائر ہیں قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ ایک ناانصافی ہے اور اس کا مقصد حصولِ زر ہے۔ اس سے پاور حاصل کرنا مقصود ہے اور اسی ہتھکنڈے کو سیاستدان اپنے ووٹ بینک کیلئے استعمال کر رہے ہیں اور یہی کچھ گجرات میں پیش آیا۔ اگر مسلمانوں کو دبایا نہ گیا تو تم قتل کر دیئے جاؤ گے اور تمہارا اقتدار نہیں رہے گا۔ لہٰذا یہ تمام واقعات اندرونی ذرائع سے پیش آئے۔ آپ نے بہت سی سی ڈیز اور فلمیں دیکھی ہیں مگر اوپن سیکرٹ یہی ہے کہ جڑواں ٹاورز کو جارج بش نے اندر سے تباہ کرایا ہے۔

**ڈاکٹر محمد نائیک:**

اب آج کا آخری سوال کیا جائے۔

**سوال:** میرا سوال بنیادی نوعیت کا ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں، جیسا آپ نے کہا ہے کہ دہشت گردی ناانصافی کے خلاف جنگ ہے۔ اسی طرح دہشت گردی کسی نہ کسی طرح حکومت کے خلاف بھی جنگ ہے۔ ٹھیک؟ اور یہ عام لوگ کر رہے ہیں۔ کسی شخص کے خلاف انیائے (زیادتی) ہوتا ہے تو مذہب کے نام پر لوگوں کو اکٹھا کیا جاتا ہے اور پھر انہیں لڑنے کیلئے اُکسایا جاتا ہے۔ لیکن ایک عام شخص اگر ہم میں سے کوئی گجرات میں ہوتا تو شاید

ہم بھی وہی کرتے جو انہوں نے کیا۔ مطلب آپ اور کیا کر سکتے ہیں، پولیس پر آپ کو بھروسہ نہیں، عدلیہ دس سال لگا دے گی۔ اس طرح کی برائی ہو تو پھر کون سا راستہ بچتا ہے؟ اس حوالے سے آپ مجھے یا کسی اور کے ساتھ اگر ایسا ہوتا ہے تو اسے کیا نصیحت کریں گے؟

ڈاکٹر ذاکر نائیک:

بھائی جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں میں اس سے اتفاق کرتا ہوں، اگر یہ آپ کے ساتھ یا میرے ساتھ پیش آیا ہوتا۔ ہم دیکھتے کہ ہمارے خاندان کے افراد مارے گئے ہیں۔ ہماری ماؤں اور بہنوں کی عصمتیں پامال کی گئی ہیں۔ ہمارے گھر لوٹ کر جلا دیئے گئے ہیں تو کیا کرنا چاہیے؟

میں اتفاق کرتا ہوں کہ آپ وہی کام کریں گے ویسے ہی ردِعمل کا اظہار کریں گے۔ ایک عام آدمی یہی کچھ کرتا ہے۔ میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں۔ ننانوے فیصد لوگوں کا ردِعمل یہی ہوگا اور اگر چوڑیاں پہن لی جائیں تو وہ الگ بات ہے۔ لیکن اگر ایک انسان کو اللہ کی ذات پر کامل بھروسہ ہے تو وہ اس ردِعمل کا اظہار نہیں کرے گا۔ قرآن پاک میں ہے کہ جس نے کسی انسان کو قتل کیا اس نے انسانیت کو قتل کیا۔ اگر میں بھی یہی کچھ کروں گا تو قرآن سے انحراف کروں گا۔ اگر کسی نے میرے کسی بے گناہ رشتہ دار کو قتل کر دیا ہے تو کسی دوسرے بے گناہ کو ناانصافی سے قتل کر دینا مناسب نہیں ہے۔ اگر کسی نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے تو مجھے کسی تیسرے کے ساتھ زیادتی نہیں کرنا چاہیے۔ اگر وہ شخص جو اس کا ذمہ دار ہے اسے سزا دلوانی ہے تو اس کا ثبوت فراہم کروں گا اور حکومت سے

درخواست کروں گا کہ اس کو اس کے جرم کی قرار واقعی سزا دی جائے۔ میں قرآنِ حکیم کے حکم سے سرتابی کر کے بے گناہ انسانوں کے خون سے ہاتھ نہیں رنگوں گا اور خود بھی انہی ظالموں کی صفوں میں شامل نہیں ہو جاؤں گا۔

میرا یقین ہے کہ وہ لوگ جو گجرات کے قتلِ عام کے ذمہ دار ہیں، وہ سیاستدان ہوں یا پولیس والے ہوں، وہ لوگ جو بمبئی دھماکوں کے مجرم ہیں، اگر وہ آزاد گھوم رہے ہیں اور انہیں سزا نہیں ملتی تو اللہ تعالیٰ انہیں ضرور ان کے گناہوں کی سزا دے گا، یہ میرا ایمان ہے۔ بحیثیت مسلمان ہمارا ایمان ہے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی سورۃ آل عمران، سورۃ نمبر 3، آیت نمبر 185 میں ارشاد فرمایا ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ○

ترجمہ: ''ہر ذی رُوح کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے''۔

ہم اس زندگی کے بعد اخروی زندگی پر یقین رکھتے ہیں اور اسی طرح روزِ جزا و سزا پر بھی ہمارا ایمان ہے۔ اگر یہاں ہمیں انصاف نہیں ملتا تو ہم یہ معاملہ اللہ پر چھوڑ دیتے ہیں، وہاں ہمارے ساتھ انصاف ہوگا۔ آج اگر ہٹلر کو پکڑ لیا جائے جس پر چھ ملین انسانوں کے قتل کا بوجھ ہے تو ہم اسے کیا سزا دیں گے؟

ہم اسے کیا سزا دے سکتے ہیں؟

اسے ایک بار ہی موت دی جا سکتی ہے لیکن باقی لوگوں کی موت کا بدلہ کیسے لیا جائے گا؟

قرآن پاک کی سورۃ النسا، سورۃ نمبر 4، آیت نمبر 56 میں ہے:

ترجمہ: ''وہ جو ہماری نشانیاں بھلا دیتے ہیں ہم انہیں جہنم کے شعلوں میں پھینک دیتے ہیں اور جب ان کی کھال جل جاتی ہے تو انہیں ایک نئی کھال دیتے ہیں اور دوبارہ جلاتے ہیں تاکہ وہ اس کا درد محسوس کریں''۔

اللہ تعالیٰ اس روز انہیں سزا دے گا اور انہیں عذاب کا مزہ چکھانے کیلئے ان کی جلی ہوئی جلد کی جگہ نئی جلد دے گا تاکہ وہ اس دائمی عذاب اور تکلیف میں مبتلا رہیں۔ اب ہٹلر کو چھ ملین انسانوں کے قتل کی سزا دینا انسان کے بس کی بات نہیں بلکہ یہ معاملہ اللہ ربّ العزت کی عدالت میں پیش ہوگا اور وہی عظیم منصف ہے۔

ڈاکٹر محمد نائیک:

ہم آپ سب خواتین و حضرات کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ آپ مزید سوال کرتے جاتے اور ڈاکٹر ذاکر ان کا جواب دیتے لیکن وقت کی کمی ہے۔ انشاء اللہ العزیز آئندہ کسی اور موقع پر ڈاکٹر ذاکر نائیک آپ سے پھر خطاب کریں گے اور آپ کے سوالوں کے جواب دیں گے۔

جزاک اللہ خیراً۔

ہم اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے شکرگزار ہیں جس نے ہم سب کیلئے یہ پروگرام ممکن بنایا۔ ہم اپنے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اس پروگرام کو نہایت دلچسپی اور توجہ سے سنا۔

بے حد شکریہ! اور آخر میں میں تمام تکنیکی عملے، ریکارڈنگ کرنے والے

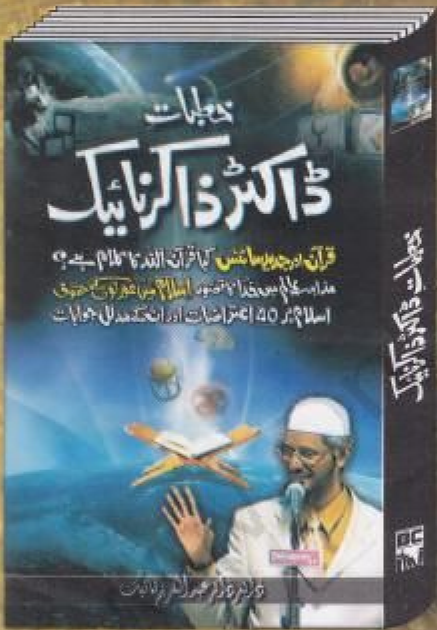
حضرات اور دیگر معاونین کا شکریہ ادا کروں گا کہ یہ پروگرام دُنیا بھر میں جائے گا۔

شکریہ۔ جزاک اللہ خیر۔ السلام علیکم!



......☆......☆......

دورِ حاضر کے نامور سکالر **ڈاکٹر ذاکر نائیک** کے بہترین لیکچرز پر مبنی نئی کتب




## خطباتِ
# ڈاکٹر ذاکر نائیک
## پارٹ 1

قرآن اور جدید سائنس کیا قرآن اللہ کا کلام ہے؟

مذاہبِ عالم میں خدا کا تصور اسلام میں عورتوں کے حقوق

اسلام پر 40 اعتراضات اور ان کے مدلل جوابات




## ڈاکٹر ذاکر نائیک کے فیصلہ کن
# مناظرے

- قرآن اور بائبل، جدید سائنس کی روشنی میں
- اسلام اور ہندو مت میں خدا کا تصور
- کیا گوشت خوری جائز ہے یا ناجائز؟

# بُک کارنر شوروم

بالمقابل اقبال لائبریری، بک سٹریٹ، جہلم پاکستان

Ph: +92 (0544) 614977 - 0321-5440882

Email: showroom@bookcorner.com.pk - Web: www.bookcorner.com.pk